عقائد الامامیہ

تالیف

حجۃ الاسلام الحاج الشیخ محمد حسین مظفر مرحوم
نجف اشرف

ترجمہ و تلخیص

حجۃ الاسلام الحاج شیخ علی حسین
جونپور

حسب فرمائش

جناب محمد حیدر صاحب منٹو
جونپور

قیمت

ایک روپیہ پچیس پیسے

(کتبہ محمد ہادی جونپوری)

Presented by: www.Jafrilibrary.com

ترجمہ و تلخیص

از

حجۃ الاسلام الحاج جناب مولانا علی حسنین صاحب قبلہ جونپوری دامت معالیہ

حسب فرمائش

جناب محمد حیدر منٹو صاحب جونپوری

مخصوص ہے اپنوں کیلئے علم کی منزل
اغیار کی جانب تو اشارا نہیں ملتا
آسان نہیں علم امامت کا سمجھنا
اک بحر ہے جس کا کہ کنارا نہیں ملتا

موثق جونپوری

●

یہ ایک مختصر اور نفع بخش کتاب ہے۔ اس میں امامؑ کے علم اور اس کی مقدار اور کیفیت سے عقل اور حدیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب کے مولف حجۃ الاسلام علامہ شیخ محمد حسین مظفر عراقی طاب ثراہ ہیں۔

ناشر

"مکتبۂ بشیر" مقبول منزل بلوہ گھاٹ
جونپور

اصل کتاب کی ابتدا

چند ضروری باتوں سے ہوتی ہے۔

امام سے حجت خدا، جس کی معرفت و اطاعت لازم، جس کی نافرمانی حرام، غفلت ناجائز، نہ جاننے سے جہالت کی موت ہوتی ہے، مراد ہے اور ایسے امام سے مراد علی ؑ بن ابی طالب، امام حسن ؑ، امام حسین ؑ اور نو امام ہیں۔

چونکہ انبیائے کرام اس وقت محل ابتلا نہیں ہیں اس لئے یہاں ان کے متعلق کچھ نہیں عرض کروں گا۔ البتہ سید الانبیاء پیغمبر اسلام کی عظیم شخصیت کے علم کے متعلق کچھ ذکر کرنا ضروری ہے اس لئے کہ وہ بھی امام ہیں۔

علم امام سے مراد علم خصوصی غیر ارادی، انتسابی ہے۔ یہ علم خداوند عالم کی طرف سے ملتا ہے یا الہام اور تعلیم نبوی سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ علم صرف امام ہی کو دیا جاتا ہے، وہ علم جو ظاہری حواس، علامات، صنعتوں کے سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس میں امام اور دوسرے لوگ مشترک ہیں اور اس میں امام اور غیر امام کی تخصیص نہیں ہوتی ہے۔

خداوند عالم کا علم قدیم اور بانی ہر شے کے پہلے ہوتا ہے اور اس کا علم عین ذات اور معلومات (جانی ہوئی اشیاء) کی علت ہوتا ہے۔ امام کے

علم حضوری اور علم خدا میں فرق ہے، خدا کا علم جانی ہوئی چیزوں کے قبل اور امام کا علم جانی ہوئی اشیاء کے بعد ہوتا ہے۔ امام کا علم حادث اور مسبوق بالمعلومات ہے۔ امام کا علم نہ عین ذات اور نہ معلومات کی علت ہے۔ علم حضوری کا مطلب یہ ہے کہ امام پر معلومات کا کشف ہوتا ہے۔ اس لئے یہ وہم نہ کرنا چاہئے کہ امام اپنی صفت میں خداوند عالم کا شریک ہوتا ہے۔ یا یہ کہ امام کے لئے علم حضوری کا اعتقاد پیدا کرنے سے شرک یا غلو لازم آتا ہے۔ علم خدا ذاتی اور علم امام عرضی اور خداوند عالم کی طرف سے عطا کردہ ہے۔

علم سے مراد موضوعات خارجیہ کے جزئیات ہیں، امام کے لئے موضوعات کے احکام کلیہ سے ناواقف ہونا بہت بڑا عیب ہے۔ احکام کلیہ کے موضوعات کا بیان تو اُس کی طرف سے ضروری و لازم ہی ہے۔ احکام جزئیہ کا علم بھی امام کے لئے علم حضوری ہی ہوتا ہے۔ امام کے لئے یہ نا ممکن ہے کہ اس سے کسی مسئلہ کی بابت سوال کیا جائے اور وہ نہ جانتے ہوں، ورنہ وہ بندوں پر حجت نہ ہوں گے اور امامت باطل ہو جائیگی۔

امام کے علم حضوری سے اصل مقصد امام کا قیامت، موت، اوقات کا علم ہے۔ ان اشیاء کے متعلق خداوند عالم کا ارشاد ہوتا ہے

ان اللہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث و یعلم
ما فی الارحام و ما تدری نفس ماذا تکسب غدا
و ما تدری نفس بای ارض تموت ....

نصوص صریحہ مثل آیات و اخبار سے ثابت ہو چکا ہے کہ خداوند عالم نے ائمۂ طاہرین کو ان اشیاء کے علم سے آگاہ کر دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ایک جگہ

ارشاد ہے ولا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول......
اگر بعض اخبار روآیات سے یہ معلوم ہو کہ غیب کا علم صرف خداوند عالم سے مخصوص ہے
تو وہاں یہ کہنا پڑیگا کہ یہاں علم سے مراد علم ذاتی ہے جو خدا سے مخصوص ہے اور اسی
کے متعلق قرآن و حدیث نے خبر دی ہے۔ البتہ دوسرے وقت میں خدا نے
اپنے غیب سے ائمہ کو بھی باخبر کر دیا ہے۔

علم نبیؐ

چونکہ رسولؐ اکرم کا علم بھی امام کے علم کا سرچشمہ ہے اس لئے
علم رسولؐ کی بابت بھی چند جملے ملاحظہ ہوں۔ رسولؐ اکرم
تنہا ایک خطہ کے لئے نہیں بلکہ تمام عالم کے لیے مبعوث
ہوئے تھے۔ آپ تمام آباد شدہ کرہ کے لئے آئے تھے۔ آپکی شریعت مقدسہ
اپنے مکمل نظام کی وجہ سے زبانوں، طبیعتوں اور رنگوں کے فرق کے باوجود تمام
قوموں کے لئے ہے۔ اور ہر قوم کے مناسب، بغیر کسی امتیاز کے سب کے لئے
برابر ہے۔ " مومنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں " کسی کو کسی پر فضیلت
نہیں، سب اس کامل نظام میں برابر ہیں۔ البتہ متقی و پرہیزگار بندہ مقرب
بارگاہ ہے اور وہی اُس کے نزدیک معزز اور مکرم ہے، اور خدا کے اولیاء
پرہیزگار ہیں۔

رسولؐ اکرم کی رسالت، سفید و سیاہ، شریف و وضیع، قریب و
بعید کے لئے برابر تھی۔ آپ کے نزدیک حقوق الٰہیہ میں سب مساوی تھے،
آنحضرتؐ کو تبلیغ احکام میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ تھی،
اگر آپکو وسیع تمکن و تسلط نہ ہوتا تو آپکی شریعت ایک کامل نظام کے تحت
تمام عالم کو ایک کرنے کی صلاحیت نہ رکھتی۔ اس لئے کہ کسی شریعت کا چھا جانا

تمکن و تسلط کو چاہتا ہے۔ اگرچہ انسان علم و قدرت کا کیوں نہ مالک ہو۔ لیکن رسولِ مقبول کی طرح کا تسلط پیدا کرنا بشری طاقت سے باہر ہے۔ رسالت عامہ اپنا کی اصلاح، تسویہ حقوق اور انصاف قائم کرنے کے لئے ہے۔ اس آسمانی تحفہ کا حامل، عظیم قوت کا مالک ہوتا ہے۔ اگر رسالت کا یہ مطلب ہو کہ اُس کے سفیر دُور ترین مقامات پر مہینوں اور سال میں پہونچیں، یا دُور کے رہنے والے اُس کے سفرا کی شکایت ایک طویل مدت کے بعد پہونچانے میں کامیاب ہوں تو ایسی رسالت ناقص کہلائیگی، اس لئے اس صورت میں رسولؐ کا عدل و انصاف کوئی فائدہ نہیں دیکھتا اور نہ ان ملکوں میں امن ہی پھیل سکتا ہے خصوصاً جبکہ عاملین (حکام) رعایا پر ظلم کر رہے ہوں ـــــــــــ لہذا ایسا داعی جسے کامل تسلط حاصل ہے اور شرق و غرب پر اُس کے عدل و انصاف کا جھنڈا لہرانے کی کامل صلاحیت موجود ہے تو اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسے علم کا بھی مالک ہو جس سے وہ خورد و کلاں، قریب و دُور کے حالات اور اُن پر ہونیوالے حادثات سے خود بخود باخبر ہو جائے۔ تاکہ اس طرح اُسے فیصلہ کرنے اور مظلوم کی مدد کرنے اور ظالم واقعی کے سزا دینے میں آسانی ہو۔ اگر اس رسولؐ کو اس طرح کا علم نہ ہوگا تو اس کی رسالت ناقص ہو جائیگی اس لئے کہ رسولؐ کا اس طرح کا علم اُس کی ہمہ گیر رسالت کی روح ہے۔ ہمارے نبی کریم کو حالات کے ناساز گار رہنے کی وجہ سے اس قوت قدسیہ کے اظہار کا (زیادہ) موقعہ نہ مل سکا۔ اس لئے کہ اس وقت اسلام کی ابتدا تھی۔ لوگ اسلام کی فرعی تعلیم سے بھی ناواقف تھے۔ وہ اس علم کی شان کے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتے تھے جبکہ آنحضرتؐ کی سلطنت اچھی طرح

سے اس جزیرہ سے بھی آگے نہ بڑھ سکی تھی، وہ اشخاص جو پرچم اسلامی کے سایہ میں آ چکے تھے ابھی ایمان میں کچے تھے۔ بعض ایسے مسلمان بھی تھے جو اپنے کفر کو چھپائے ہوئے تھے اور ظاہر میں اسلام کا کلمہ پڑھ رہے تھے۔

"ومن حولك من الاعراب رجال منافقون

ومن اهل المدينة مردوا على النفاق"

ان لوگوں کی تو کمی ہی نہ تھی جو مرتبۂ نبوت سے بھی واقف نہ تھے۔ اس لئے حضور اکرم کو اپنے اس علم لدنی کے اظہار کا زیادہ موقعہ نہ مل سکا۔

خلیفہ کا فرض

جس طرح رسول اکرمؐ کے لئے یہ ضروری ولازم ہے کہ وہ تمام عالم کے حالات سے واقف ہوں اسی طرح ان کے عدل وانصاف اور اصلاح کا تعلق صرف ایک خطّہ سے نہیں بلکہ اُن کو عالم کا مصلح بنایا گیا ہے۔ ان کی زحمات ایک قوم کے لئے نہیں بلکہ جملہ اقوام کے لئے ہیں۔ نیز یہ کہ رسول اکرمؐ اس دنیا میں ایک محدود عمر لیکر آرہے تھے۔ اس لئے آپکو ایسے جانشین کی ضرورت تھی جو رسول اکرمؐ کی طرح شرق وغرب کے حالات سے باخبر ہو اور حوادثات کا علم رکھتا ہو، لوگوں کے قلبی حالات سے مطلع ہو، رسول اکرمؐ کی طرح عدل وانصاف اور امن کا پیغمبر ہو۔ اس لئے کہ خلافت نیابت رسول اکرمؐ کا نام ہے اگرچہ خلیفہ نبی نہیں ہوتا ہے لیکن اس میں نبوت کی شان کا پایا جانا نہایت ضروری ہے۔ اگر خلیفہ میں وہ قوی جس کے مالک رسول اکرمؐ تھے موجود نہ ہوں اور ہونیوالے واقعات سے بیخبر ہو تو عالم میں اس کے لئے عدل وانصاف پھیلانا غیر ممکن ہو جائیگا۔ اس صورت میں مقصد رسالت فوت ہو جائیگا اور دعوت نبویہ

کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لئے کہ پیغمبر اسلام کی رسالت صرف ایک خاص زمانہ کے لئے نہ تھی بلکہ اپنے زمانے سے قیامت تک کے لئے آپ ہر دور کے رسول ہیں۔ "انما انت منذر و لکل قوم ھاد"۔ لہذا جس دعوت کو رسولؐ لیکر آئے تھے آنجناب کے بعد دعوت رسولؐ کی حفاظت ایک ایسی ہستی کی وجہ سے ہونی چاہئیے جو احکام خداوندی کے نزول اور نظام الٰہیہ گذشتہ اور آئندہ کے حوادث کا عالم ہو تاکہ عدل و انصاف کو پھلنے پھولنے کا موقع ملے۔ احکام شریعت نافذ ہو سکیں۔ اور اگر خدانخواستہ ایسا رہبر نہ ملا تو پھر نہ پوچھئے اس صورت میں خواہشات باطلہ اور آراء ضالہ کی وجہ سے اسلام کے پاکیزہ نظام کی جہاں مٹی پلید ہوگی وہاں امت کے مختلف مذاہب اور گروہ بنتے ہوئے نظر آئیں گے۔

خلافت و نیابت کا مقصد نظام رسالت کا تحفظ ہے اور اس کی ذمہ داری کا متحمل نہ ہونے کی صورت میں شان رسالت ختم ہو جائیگی۔ اور رسولؐ اکرم کی تمام زحمات پر پانی پھر جائیگا۔ اس لئے کہ جہاں تک امت کا تعلق ہے تو وہ خود سنن الٰہیہ کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ وہ کامل طور سے اس پر چل ہی سکتی ہے لہذا منشاء شارع کے موافق خلیفہ کے علاوہ شریعت حقہ کا محافظ کوئی اور نہیں ہو سکتا ہے۔ ورنہ تو کوئی اور باطل کی بنیاد ہی کو ڈھا سکتا ہے۔

اہلبیت اور خلافت

سابق کی بحث سے ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ میں کسی سے خلافت کی نفی کرتے ہوئے اہلبیتؑ کے لئے خلافت کو ثابت کروں۔ بلکہ میں یہاں یہ بتانا چاہتا ہوں

کہ جو خلیفہ ہوگا اُس کے لئے مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے۔ اب یہ اور بات ہے کہ مقام برہان میں خلافت کا لباس اہلبیت طاہرین ہی کو زیب دینے لگے۔ جہاں تک اس ہیبت کی امانت و خلافت کا تعلق ہے تو اسلام کے ایک خاص فرقہ کے پاس اہلبیت کے خلیفہ ہونے پر ٹھوس ادلّہ موجود ہیں اور باطل ان کے جواب سے آج بھی عاجز ہے۔ خلیفہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ خداوند عالم کی طرف سے ودلیعت کردہ علم کا عالم ہو۔ اس میں ایسے قوی ہوں جن سے عادۃً دوسرے انسان عاری ہوتے ہیں۔ یہ علم اور قوت جن سے امام آراستہ ہوتا ہے وہ فیوضات ربانیہ اور مواہب الٰہیہ ہیں (جو ان صفات سے محروم ہوگا وہ رسالت کی ذمہ داری کا متحمل نہیں ہو سکتا ہے) اور ایسے خلیفہ سے گریز کرنے والا ابدی فیض سے محروم ہو جائیگا۔ اس لئے کہ رسول اکرمؐ کے صحیح نائب کو چھوڑ کر درحقیقت عدل و انصاف اور نجات آخرت سے اعراض کرنا ہے۔

امام حضوری اُمت کے لئے نفع بخش ہے

سابق کے بیان سے یہ معلوم ہو چکا کہ رسول اکرمؐ کے بعد اُمت میں ایسے رہبر کی ضرورت ہے جو اُمت کو افتراق سے بچائے تاکہ اُمت حق کو اختیار کرنے کے بعد اس سے جدا نہ ہو جائے۔ اس کار عظیم کو سوا آلِ رسولؐ کے کوئی دوسرا نہیں انجام دے سکتا ہے۔ ادلہ رہنمائی کرتے ہیں کہ خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اُن صفات سے آراستہ ہو جو اسے نیابت رسولؐ کا اہل بنا سکیں تاکہ وہ اُمت کی اصلاح کرنے میں نفس پرست طاقتوں اور

گمراہ کن عقائد کا قلع قمع کر سکے، اُس کے علم کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کرہ ارض کے بسنے والوں کے افعال و کردار سے اچھی طرح واقفیت رکھتا ہو۔ یہ علم اس کیلئے اتنا ہی ضروری ہے جس طرح وہ دیگر فنون، ادیان، معارف و احکام کو جانتا ہے۔ وہ شخص اُمت پر خدا کی حجت کیونکر بن سکتا ہے جو علم سے محروم، فقہ سے عاری، اگر اس سے کچھ پوچھا جائے تو چُپ، اگر بولے تو جہالت کی دیوی معلوم ہو۔

(۱) ما حصل یہ ہے کہ اُمت کے لئے امام وہ ہے جو علم خدا کے سرچشمے سے سیراب ہوا ہو، اگر اُمت میں ایسا امام نہ ہوگا تو خدا کی حجت بندوں پر قائم نہ ہو سکیگی، اگر اہلبیتؑ اُمت کے امام ہیں جیسا کہ حق بھی ہے تو ایسی صورت میں اُن کے لئے ضروری ہے کہ وہ گذشتہ اور آئندہ کے حالات سے باخبر ہوں ——— یہ اور بات ہے کہ حالات کے ناساز گار ہونے کی وجہ سے امام کو اپنے علم کے ظاہر کرنے کا موقعہ نہ مل سکے۔ لیکن وہ اس حال میں بھی علم حضوری کا عالم ہوتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کے علم کی شعاع پھوٹ نکلتی ہے جیسا کہ ائمہ کے افعال و اقوال اور احتجاجات سے واضح ہے۔ اور جبکہ لوگوں نے امامؑ سے کسب فیض نہیں کیا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ امامؑ کے اس علم حضوری کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص چاند سے نفرت کرنے لگے اور اُس کے نور سے آنکھوں کو محروم رکھے تو اس سے نور ثمر سے ہونیوالے فائدہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے اور نہ تو چاند کی اس ٹھنڈی روشنی ہی سے انکار کیا جا سکتا ہے۔ البتہ اس دل کے نابینا نے آپ اپنا نقصان کیا ہے۔

اگر امامؑ کو سلطنت حاصل ہوتی ، وہ صاحب سیف و عصا ہوتا تو زمانہ اس کے علم کے اثرات کو دیکھ لیتا۔ امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو صرف چار سال چند ماہ حکومت کرنے کا موقعہ ملا تھا ، امامؑ کو سکون و اطمینان حاصل نہ ہو سکا۔ اس پریشانی و مشغولیت کے باوجود اس قلیل مدت میں امام علیہ السلام سے وہ کمالات ظاہر ہوئے جن سے عقلیں متحیر ہو گئیں اور بعض ناقص عقلیں تو آپ کے فضائل و کمالات کو دیکھ کر خدا کہنے لگیں۔ جب باب مدینۃ العلم کے فضائل کی ایک جھوٹ نے لوگوں کو متحیر کر دیا اور وہ غلو پر اتر آئے تو اگر امامؑ اپنے علم و حکمت کے پوشیدہ خزانے کا اظہار کر دیتے تو نہ جانے دنیا کا کیا عالم ہوتا۔

(۲) رسالت ہو یا امامت اس کی برتری اور کمال کا تعلق صفات کے کمال سے ہے اور کامل ترین صفات کا انحصار علم حضوری پر ہے ، وہ علم حضوری جو بلا قصد و ارادہ مبدء فیاض سے عطا ہوا ہو۔ اس لئے کہ جس علم کا دارومدار قصد و ارادہ پر ہوگا وہ فضل و کمال کا سبب تو بنے گا لیکن اکملیت و افضلیت کا سزاوار نہیں ہو سکتا۔

(۳) اس میں شک نہیں کہ خداوند عالم کی نعمت اسی وقت درجۂ کمال پر پہونچ سکتی ہے جب وہ امامؑ کو علم حضوری سے سرفراز کرے۔ چونکہ انبیاء اور اُس کے رسول ، ائمہؑ کرام اُس کے بندوں کے لئے اُس کی عظیم نعمتیں ہیں۔ بندوں پر ان نعمتوں کے ملنے پر خدا کا شکر کرنا واجب و لازم ہو جاتا ہے۔ خداوند عالم اپنی نعمتوں کے کامل کرنے پر قادر ہے اور اُس نے اپنی نعمتوں کو ناقص نہیں رکھا ہے۔ اس لئے اُس نے ان حضرات کو علم حضوری سے بھی نوازا۔ علم حضوری خداوند عالم کی قدرت کاملہ کی دلیل ہے۔

علمِ حضوری سے لطفِ خدا ثابت ہے

بعثت سرورِ کائنات صلعم خداوند عالم کا لطف ہے اور لطف کا کمال یہ ہے کہ وہ احسن و اجمل ہو،

یوں تو الطاف خداوندی میں عیب نہیں ہوتا۔ اس لئے اس مقام پر عقل اگرچہ تمام مصالح خداوندی کے جاننے سے قاصر ہے لیکن وہ یہ اقرار کرتی ہے بلکہ اُسے یقین ہے کہ خدا کے تمام افعال حکمت و صلاح سے خالی نہیں ہوتے ہیں۔ اس لئے اُس کے نزدیک علمِ حضوری بھی حکمت اور عظیم فائدہ پر مشتمل ہے۔ جس کا خاصانِ خدا کے لئے ہونا ضروری ہے۔

امام بہترین صفت کو اختیار کرتا ہے

وہ نفس جو کامل احساس رکھتا ہے اور تمام کثافتوں سے پاک اور عمدہ صفات سے آراستہ، ملکۂ قدسیہ کا مالک ہو، فضائل و کمالات کا مالک ہو اس بلند نفس کی توجہ اور رغبت جب کسی دوسری صفت کے کسب کرنے کی طرف ہوگی اور جبکہ نفس کو خودمختار بھی قرار دیا گیا ہو تو وہ ایسی صفت کا انتخاب کرے گا جو اس کے دوسرے صفات کے مناسب ہوں گے اور اگر اس نفس عالیہ نے اس عظیم الشان صفت کے کسب میں کوتاہی کی تو یہ سمجھا جائیگا کہ اس نفس کی قوتِ ادراک میں کوئی کمی ہے۔ اور جبکہ علم حضوری، علم ارادی سے بہتر ہے تو یہ نفس علمِ حضوری ہی کو حاصل کرے گا۔

مظہر باری کے لئے علم حضوری لازمی ہے

صفات رسول اکرم و ائمہ صفات باری کی مثالیں ہیں۔

لہٰذا مناسبت میں ان کامل ہستیوں کے لئے کامل صفات کا ہونا بھی ضروری و لازم ہے۔ اس لئے اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہ حضرات علم حضوری ایسی نعمت سے جو مناسبت میں اکمل ہے محروم ہوں۔ ہمارا یہ قول کہ صفات رسول اکرم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام خداوند عالم کی صفات کی مثالیں ہیں۔ اس پر عقل و حدیث دلالت کرتی ہے۔ باب مدینۃ العلم ارشاد فرماتے ہیں

"ہم خدا کی صنعتیں ہیں اور لوگ ہمارے صنائع ہیں"

اس قول مبارک کی تفصیل یہ ہے کہ خدا نے جب چاہا کہ اُسے پہچانا جائے تو مخلوق کو پیدا کیا۔ جب اشرف المخلوقات کو احساس ہوا کہ انھیں ایک خالق نے پیدا کیا ہے تو انھوں نے ایک ہستی کو پہچاننا چاہا، چونکہ خداوند عالم جسم و جسمانیات سے منزہ ہونے کی وجہ سے خود آکر اپنے کو نہیں پہچنوا سکتا تھا اس لئے یہ ضروری ہوا کہ اس کے تمام صفات بندوں کے لئے آشکار ہو جائیں ــــ لیکن یہ انسان، ان صفات کی بھی واضح معرفت حاصل کرنے سے قاصر تھا ــــ اس لئے خداوند عالم نے اپنے وہ بندے پیدا کئے جو اپنی عظیم صلاحیتوں کی وجہ سے صفات باری کے مظہر ہوں اور وہ عظیم المرتبت ہستیاں حضرت سرورِ کائنات اور ائمہ طاہرین ہیں انھیں کے اعلیٰ صفات خداوند عالم کے صفات کی عکاسی کرتے ہیں۔ اگر یہ شخصیتیں نہ ہوتیں تو انسان کی غرض خلقت ناقص رہ جاتی اور اشرف المخلوقات کو خداوند عالم کی صحیح معرفت نہ حاصل

ہوسکتی۔ رسول اکرمؐ اور ائمہ طاہرینؑ کو چونکہ صفات باری کا مظہر ہونا تھا اس وجہ سے ان کی خلقت، نور سے ہوئی۔ یہ ہے اس حدیث کا مطلب جس کا ذکر باب مدینۃ العلم نے ان الفاظ "نحن صنائع اللّٰہ والناس بعد صنائع لنا" میں فرمایا ہے ——— عقل خالق عالم کے وجود کے یقین کے بعد اس تک پہونچنا چاہتی ہے اور اس کی کامل معرفت سے فیضیاب ہونے کی کوشش کرتی ہے۔ اس امر کے لئے وہ ان آثار، کہ جن سے اس کی کوشش کی تکمیل ہوسکے تلاش و جستجو میں اپنی حس سے مدد لیتی ہے۔ حس ان اسباب کی طرف جو صفات باری کا آئینہ ہیں پہونچانے میں بہترین معاون ثابت ہوتی ہے اور عقل پر ذات باری تعالیٰ کا کشف ہوجاتا ہے ———

ہمیں جب دلائل و علامات سے معلوم ہوچکا ہے کہ سرور کائنات صلعم اور ائمہ طاہرینؑ اپنے صفات و کمالات اور اعمال میں عالم میں سب سے اعلیٰ و ارفع ہیں پھر ان حضرات کے مظہر باری تعالیٰ ہونے میں کسی قسم کا شک کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔ اس لئے عقل بھی بغیر کسی قسم کے تردد کے معرفت باری کے لئے انھیں حضرات کو کامل وسیلہ قرار دیتی ہے۔

عالمِ علمِ حضوری خطا نہیں کرتا

رسول اکرمؐ اور ائمہ طاہرینؑ خدا تک پہونچانے کیلئے کامل وسیلہ ہیں۔ انھیں کی رہبری سے انسان کو خداوند عالم کی حقیقی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ حقیقی اور سچا رہبر وہی ہے جو اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتا ہو۔ اس میں رہبری کی اعلیٰ صلاحیت موجود ہو۔ رہبری میں کامل ہو۔ اس لئے ایسے

علم کی بھی ضرورت ہوگی، جو اس کی رہبری کرے۔ پاکیزہ دامن کو تمام عیوب سے بچانا رہے۔ رہبر کبھی خطا نہ کرنے پائے اور معرفتِ ایزدی کیلئے رہبری کرنے والے کو وہ علم حضوری کی حیثیت سے ملتا ہے۔ علم حضوری ایسا علم ہے کہ اس کا عالم لغزش سے محفوظ رہتا ہے۔

علم حضوری کا عالم دھوکا نہیں کھاتا

اگر نفس امام میں صفائی نہ ہوگی، اسرار سے باخبر نہ ہوگا تو وہ صحیح و غلط، صحتمند و مریض، مومن و منافق، نیک و بد میں تمیز نہیں کر سکیگا امام کو جو شئے ظاہری خوبصورتی کے دھوکے میں پڑنے سے بچاتی ہے اور تمام عیوب خفیہ کو ظاہر کرتی رہتی ہے وہ شئے امام کا علم حضوری ہے، اُسے اس علم کی وجہ سے دلوں کے مرض کا پتہ چل جاتا ہے اور وہ کسی کے ظاہری کردار، جادو بیانی اور تحریر و تقریر سے دھوکا نہیں کھاتا ہے۔

خدا کے سفیر و شاہد کے لئے علم حضوری کا ہونا لازم ہے

رسالتمآبؐ اور اُن کے خلفاؑ خدا کے سفیر اور لوگوں پر گواہ ہیں، گواہ ہونے کی وجہ سے ان حضرات کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ بندوں کے اعمال و افعال کا تفصیلی علم رکھتے ہوں ورنہ پھر عہدۂ سفارت و شہادت کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

اعتراض

علم حضوری کی یہ منزلت کہ اس کی وجہ سے رسول اکرمؐ یا ائمہؑ کو انسان کے دل کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ وہ حضرات اسرار غیبیہ سے واقف ہو جاتے ہیں۔ عقل کے نزدیک یہ امر محال ہے اور اس سے غلو لازم آتا ہے۔

جواب

اگر عقل کسی بات کو محال جانتی ہے تو یہ عقل کا محال جاننا برہان نہیں بن سکتا ہے۔ اس لئے کہ خود عقل جس بات کو کل تک محال سمجھتی تھی جب وہ دلائل و براہین سے شئے کو جانچتی ہے تو وہی محال شئے اس کی نظر میں ممکن بنجاتی ہے۔ اس نے علم حضوری کو بھی دلائل کی روشنی میں دیکھا اور اس کا تعجب جاتا رہا۔ رہ گیا غلو تو یہاں اس کی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ علم خدا و علم رسولؐ و ائمہؑ میں فرق ہے جسے میں پہلے مفصلاً بیان کر چکا ہوں۔

اعتراض

اگر ان حضرات کو اس طرح کا علم حضوری ہوتا تو ان کے آثار ملتے۔ اخبار میں اس کا ذکر موجود ہوتا اور یہ عظیم صفت پوشیدہ نہ رہتی۔

جواب

سوائے ان اشخاص کے جن کے دلوں پر اموی تاریکی چھا چکی ہے اور چند روزہ دنیا کی لالچ نے حق و ناحق کی تمیز کو سلب کر لیا ہے وہی علم حضوری کے مذکورہ آثار سے انکار کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے بحث کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر ائمہ طاہرین سے اُن کے کمالات و آثار کا ظہور نہ ہوتا تو

ایک قوم اپنی بصیرت کی کمزوری کی وجہ سے اُن کے خدا ہونے کی قائل نہ ہوتی۔ عنقریب میں بیان کروں گا کہ ان حضرات نے متعدد بار ہونیوالے واقعات، اسرار خفیہ اور دلوں کی پوشیدہ باتوں سے خبر دی ہے۔

اعتراض جب اپنے علم حضوری پر جناب خضر کی طرح جو کہ علم واقعی پر عمل کرتے تھے ان حضرات کو عمل کرنے کا موقع نہ مل سکا تو ایسے علم سے کیا فائدہ۔؟

جواب اُن حضرات کا علم و کمال سے متصف ہونا انسان کے فائدہ کے لئے تھا۔ لیکن لوگوں کا اُن کے فیض سے اعراض کرنا اور سوء اختیار سے باطل پرستی پر اُتر آنا، اپنا نقصان کرنا ہے۔ اگر مذکورہ بالا اعتراض کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر انبیاء ماسبق پر بھی یہی اعتراض لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ سابق کی اُمتیں بھی اپنے زمانے کے نبیوں سے کسب فیض نہیں کرتی تھیں بلکہ اعتراض کی روشنی میں غرض خلقت بھی مہمل اور لغو ہو جاتی ہے اس لئے کہ لوگوں نے کما حقہٗ خدا کو نہیں پہچانا اور نہ تو عبادت اور بندگی ہی میں کمال حاصل کیا ——— البتہ اگر اُن کیلئے مسند قضا بچھا دی جاتی تو لوگ اُن کی منزلت کو جان جاتے مگر مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ کم ظرف اشخاص اُن کے فضل و شرف کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس لئے یہ اپنے علمی خزانے کو سینہ میں لئے رہے اور صحرا اور خلوت میں اپنی ٹھنڈی سانسوں سے اس بوجھ کو ہلکا کرتے تھے۔ جلوت میں اُن کے سروں پر تلوار و خنجر وغیرہ

تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ اگر کمالات کا اظہار کیا تو قضا و قدر الٰہی ابھی ظاہر ہو جائیگی ——— امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے دوستوں سے ایک روز ارشاد فرمایا۔ "اگر تمھاری زبانیں احتیاط کریں اور تمھارے دل امین ہوتے تو میں ان دنیا والوں کے نفع و ضرر کو بتلا دیتا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ۔۔ ابن نعمان (مومن طاق) عالم تمام وہ باتیں جنھیں جانتا ہے تمہیں نہیں بتا سکتا ——— امام کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ابن نعمان تم میں اس کا تحمل نہیں ہے۔

علم حضوری پر قرآن و حدیث

عقل کے علاوہ منقول شدہ دو اور دلیلیں علم حضوری کے متعلق موجود ہیں

قرآن و سنت میں صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ رسول اکرمؐ اور ائمۂ طاہرین علم حضوری کے عالم ہیں۔

قرآن کریم

(۱) لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم رسول اکرمؐ اور ائمہؑ کا راسخون فی العلم ہونا مسلم ہے۔ یہاں خدا نے تاویل کی بابت ان حضرات کے علم کو اپنے علم کے مثل قرار دیا ہے۔ اگر وہ حضرات علم حضوری سے محروم ہوتے تو پھر تاویل کے عالم نہیں ہو سکتے تھے، (اور نہ خدا اپنے کے ساتھ اُن کا ذکر کرتا)

(۲)۔ "وما ینطق عن الھویٰ۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ" رسول اکرم وحی کے بغیر اپنی خواہش سے کوئی کلام نہیں کرتے۔ اور

ائمہ طاہرین رسولؐ اکرم کے علم کے وارث ہیں۔

(۳) و لا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ آیۂ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ خدا نے رسولؐ اکرم کو غیب سے مطلع کیا۔ آیۂ مبارکہ کے ذیل میں تفسیر سے بھی یہی ثابت ہے، اور علم حضوری کا مطلب ہی غیب سے واقف ہونا ہے۔

(۴) وتعیہا اذن واعیہ یہاں اذن "یعنی کان سے مراد امیر المومنینؑ روحی لہ الفداء کی شخصیت ہے۔ حضرت علیؑ سابق، لاحق، موجودہ واقعات سے باخبر تھے۔

(۵) "اذا جئنا من کل امۃ بشہید"

(۶) "وجاءت کل نفس معہا سائق وشہید"

ان دو آیتوں سے ثابت ہے کہ روز حشر خدا کے خاص بندے اُمت پر شاہد ہوں گے اور شاہد سے مراد تفسیر میں رسولؐ اکرم اور ائمہ طاہرین ہیں۔ اب اگر شاہد لوگوں کے اعمال و حالات سے بے خبر ہوگا تو پھر وہ شاہد کیسے بن سکتا ہے۔

(۷) بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔ یہ حضرات اولوا العلم کے مصداق اُسی وقت ہو سکتے ہیں جب کہ یہ علم حضوری کے مالک ہوں۔ آیۂ مذکورہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا سینہ آیات بینات کا مرکز ہے جس کا لازمہ یہ ہے کہ اُنھیں آیات کی معرفت بھی ہے۔

(۸) ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی سے

پتہ چلا کہ وہ علوم الٰہیہ اور وحی الٰہی کے محافظ اور سطح ارض پر خداوند عالم کی طرف سے حجت بالغہ ہیں اور انھیں ان میں کمال حاصل تھا۔

علم حضوری پر چند روائتیں

ائمہ طاہرین کے پاس علم کا خزانہ ہے، خدا نے انھیں اپنی وحی کا

امین قرار دیا ہے، علم خدا کا حساب نہیں لگایا جا سکتا، جو لوگ خدا کے علمی خزانے کے محافظ ہوں گے وہ اس کی مقدار و کیفیت سے بھی ضرور واقف ہوں گے۔ حدیث شریف سے یہ واضح ہو گیا کہ یہ حضرات خدا کے علم کا مرکز ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو لوگوں کے حالات سے ناواقف ہوگا وہ خدا کی طرف سے اُس کی حجت نہیں بن سکتا، ائمہ کے پاس جو علم ہے وہ ہر حکم اور تمام موضوعات کلیہ و جزئیہ کو شامل ہے۔

نوٹ:۔ مؤلف نے یہاں حدیث شریف کو
بیان نہیں کیا ہے۔ بہتر ہے کہ ناظرین اس حدیث
کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے ہمیں پیدا کیا اور بہترین مخلوق قرار دیا۔ خلقت کے لحاظ سے بھی ہمیں ممتاز رکھا، اور ارض و سماء میں اپنے خزانے کا محافظ قرار دیا۔ درخت نے مجھ سے کلام کیا۔ ہماری بندگی کی وجہ سے خدا کی پرستش کی گئی، اگر ہم نہ ہوتے تو اُس کی عبادت نہ ہوتی۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اس حدیث شریف کی شرح میں لکھتے ہیں

امامؑ کا قول درخت نے کلام کیا کا مطلب یہ ہے کہ مقام اعجاز میں ہم درخت کو گویا کر سکتے ہیں اور ان حضرات سے درختوں نے باتیں کی ہیں اور حدیثوں سے اس کا ثبوت موجود ہے۔

یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ مجھے درختوں کے متعلق بہت کچھ معلوم ہے۔ (مترجم)

ائمہ ارض و سماء کی اشیاء سے واقف ہیں

اخبار سے یہ ثابت ہے کہ ائمہؑ کو آسمان و زمین کی اشیاء کا علم ہے اور یہی ہونا بھی چاہئے اس لئے کہ خدا اس امر سے منزہ ہے کہ وہ ایسے بندوں کی اطاعت لازم قرار دے جنہیں ارض و سما کی اشیاء کا علم نہ ہو۔

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ائمہ ہی راسخون فی العلم ہیں اور انہیں حضرات کو علم دیا گیا ہے اور ان کی شان میں ....

آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم ....

نازل ہوئی ہے۔ اگر ان حضرات کے علم کی تعبیر علاوہ علم حضوری کے کسی اور جملہ میں ممکن ہوتی تو میں ضرور کرتا۔ میں نے ان کے علم کو علم حضوری اس لئے کہا ہے کہ مجھے اس سے عمدہ تعبیر کرنے میں دوسرے الفاظ نہ مل سکے — حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ ائمہؑ شجرۂ نبوت بیت رحمت، معدن علم، مختلف الملائکہ، مرکز رسالت اور ان کے اخلاف اپنے اسلاف کے علم کے وارث ہیں۔ اس حدیث

Presented by: www.Jafrilibrary.com

یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حضرات صرف احکام اور موضوعات کلیہ کے عالم ہوتے ہیں اور بس۔ اس لئے کہ الفاظ میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔

حدیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ ائمہؑ طاہرین کو رسول اکرمؐ سے علم ملا اور رسولؐ انبیائے سابقین کے علم کے وارث ہیں۔

جب تمام انبیاء کے علم کے وارث ائمہ طاہرین ہوئے اور خداوند عالم نے ان پر ہمیشہ اپنا لطف وکرم جاری رکھا ہے تو پھر ان کے علم حضوری یا علم غیب سے انکار کرنا سورج، چاند کے انکار کے مترادف ہے ______________ اخبار سے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ ائمہؑ طاہرین آسمانی کتب کی جو مختلف زبانوں میں نازل ہوئی تھیں تلاوت کرتے تھے۔ ان کتب میں علم اور آخر، سابق و حاضر، حوادث و احکام، علم منایا و بلایا مذکور تھے۔ ایسی صورت میں یہ تصور کرنا کہ وہ اسرار خفیہ کو نہیں جانتے تھے یا یہ سوچنا کہ انھیں دلوں کا علم نہ تھا پس دیوار کی باتوں کو نہ جانتے تھے۔ یہ تصور نہیں ہے بلکہ ایک مرض ہے۔ ائمہؑ کی یہ شان ہے کہ وہ کل قرآن کے عالم ہوتے ہیں۔ اسی لئے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بخدا میں کتاب خدا کا اول و آخر اس طرح جانتا ہوں کہ گویا میری ہتھیلی پر زمین و آسمان ہیں۔ ہمیں ما کان وما یکون کی خبر ہوتی ہے۔ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ قرآن میں ہر چیز کی بابت بیان موجود ہے ______________ معلوم ہوا کہ ہمارے

آئمۂ طاہرین تنہا احکام شرع ہی کے عالم نہیں ہوتے ہیں بلکہ انھیں ارض و سما اور ہونیوالے واقعات اور گذرے ہوئے حوادثات کا بھی علم ہوتا ہے یہ وہ منزل ہے جہاں کہنا پڑتا ہے کہ وسعت علم کے لحاظ سے ہمارے آئمۂ طاہرین کا مرتبہ اُس گہرے سمندر کے مانند ہے جس کی انتہا کا پتہ نہیں چل سکتا۔ ایک طرف تو یہ حضرات تمام انبیاء کے علوم کے وارث ہوتے ہیں اور دوسری طرف خداوند عالم نے انھیں علم عطا کرنے کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ اللہ اکبر بیشک اے اوصیائے کرام، اے نائبین رسولؐ، اے حجج الٰہیہ خدا کے نزدیک آپ کا جو درجہ ہے، آپکی جو منزلت ہے اُس کا اندازہ لگانے سے بشریت قاصر ہے۔

عیون اخبار رضا علیہ السلام میں منقول ہے کہ آئمہؑ کو کھلی ہوئی فضا میں اُڑنے والے پرندوں کے پروں کی حرکت و انقلاب کا بھی علم ہے جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ آئمۂ طاہرین کو کائنات کے جزئیات کا بھی مکمل علم ہوتا ہے۔

اخبار سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسولؐ اکرم اور آئمۂ طاہرین علیہم السلام روز حساب لوگوں پر گواہ ہوں گے۔ کیا شہادت دینے والا بغیر علم کے گواہی دے گا۔؟

آئمہؑ اسم اعظم جانتے ہیں

اسم اعظم باری تعالیٰ تہتر حروف ہیں۔ حضرات آئمۂ طاہرین بہتر حروف کے عالم ہیں اور ایک حرف کو خداوند عالم نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔

جناب آصف ابن برخیا آئمہؑ کے بہتر حروف سے صرف ایک حرف کے عالم تھے اور اسی کی برکت سے پلک جھپکنے کے پہلے ہی ملک صبا سے تخت بلقیس جناب سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر کر دیا تھا۔ حضرت آدمؑ کو صرف پچیس حروف کا علم تھا۔ مذکورہ بالا بیان سے آئمہؑ طاہرین کی عظمت معلوم ہو گئی کہ ان حضرات کو اسم اعظم میں بھی دیگر انبیاء سے زیادہ علم تھا۔

آئمہؑ آیات انبیاء کے وارث ہیں

آئمہؑ طاہرین، الواح کلیم عصائے موسیٰ، خاتم سلیمانؑ اور دوسرے انبیاء کے تبرکات کے وارث ہیں یہ تمام اشیاء ان کے پاس موجود ہیں۔ یہ انبیاء پر نازل شدہ صحف و کتب کے بھی وارث ہیں۔ علم جفر جامعہ، مصحف فاطمہؑ رکھتے ہیں۔ اور شب و روز میں ہونیوالے حوادث کے عالم ہیں۔

ابو بصیر کہتے ہیں، میں امام جعفر صادقؑ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا آقا میں ایک مسئلہ کی بابت معلوم کرنا چاہتا ہوں لیکن پہلے یہ ضروری ہے کہ ہمارے اس مسئلہ کو کوئی اور نہ سننے پائے۔ حضرت نے فوراً سامنے پڑے ہوئے پردہ کو ہٹایا اور فرمایا ابو محمد جو پوچھنا ہے پوچھو۔ عرض کی شیعہ کہتے ہیں رسولؐ اکرم نے امیر المومنینؑ کو ہزار باب علم کی تعلیم دی اور آنجناب کے لئے ہر باب سے دوسرے ہزار باب کھلے۔ امامؑ نے فرمایا بیشک ایسا ہی ہوا۔ ابو بصیر نے

ازراہِ تعجب کہا بخدا یہی علم ہے، امامؑ نے یہ سن کر فرمایا آئمہؑ طاہرین کے پاس ایک جامعہ ہے جس کی بزرگی ستر ہاتھ کی ہے لیکن وہ مقدار رسول اکرم کے دستِ مبارک کی مقدار کے برابر، رسولؐ اکرم کی زبان اقدس کے نکلے ہوئے الفاظ کا اس پر املا ہے۔ اور امیر المومنینؑ نے اسے اپنے قلم سے لکھا ہے۔ اس میں تمام حلال و حرام اور بنی آدم کی احتیاج و ضرورت کی تمام اشیاء کا تذکرہ ہے۔ اگر جسم پر خراش آئے تو اس کا بھی ذکر ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ آئمہؑ کے پاس جفر ہے وہ ایک ظرف ہے جو حضرت آدمؑ سے ملا ہے اس میں انبیاء اولیاء اور بنی اسرائیل کے گذشتہ علماء کا علم ہے۔ امامؑ نے فرمایا۔ اور آئمہؑ کے پاس مصحف فاطمہؑ ہے جو قرآن سے تین گنا زیادہ ہے۔ امامؑ نے فرمایا ہمارے ازمنہ سابقہ اور قیامت تک کے ہونیوالے واقعات و حوادثات کا علم ہے۔ امامؑ جیسے جیسے آئمہؑ کے علم کو بتلاتے جاتے تھے ویسے ویسے ابوبصیر کا تعجب بڑھتا جاتا تھا اور وہ امامؑ کے ہر جملے کے اختتام پر یہ کہتے تھے بخدا یہی علم ہے، اور امامؑ فرماتے تھے لاریب یہی علم ہے لیکن یہ علم کامل نہیں ہے۔ اُس وقت ابوبصیر نے کہا پھر علم کامل کیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا وہ جو لیل و نہار ایک امر کے بعد دوسرا امر، ایک شئے کے بعد دوسری شئے کا علم ہوتا رہے، اور قیامت تک یہی سلسلہ رہے تو وہ کامل علم ہے۔ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ائمہؑ کو غیر متناہی علم ملا ہے اور یہ ایسا علم ہے جو ارادہ اور مشیّت الٰہی کے علاوہ ہے۔

اعتراض

جب حدیث میں یہ مذکور ہے کہ امامؑ نے ابوبصیر کے یہ کہنے پر کہ میں مسئلہ

اُس وقت عرض کروں گا جب کوئی نہ سُن رہا ہو تو امامؑ نے پردہ ہٹایا اور فرمایا ابوبصیر اپنا مسئلہ بیان کرو۔ یہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ امامؑ کو پسِ پردہ کا علم نہ تھا۔

جواب

امامؑ کو پسِ پردہ کا علم تھا، امامؑ جانتے تھے کہ پسِ پردہ کوئی نہیں ہے۔ لیکن پردہ اس لئے ہٹایا کہ ابوبصیر اپنے مقصد کو اطمینان کے ساتھ بیان کر سکیں۔ اور مسئلہ میں کسی قسم کا خوف نہ کریں۔

بعض ادلہ سے علم حضوری کی نفی ہوتی ہے

یہ اشکال کیا جاسکتا ہے کہ بعض ادلہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہم مانتے ہیں کہ آئمہؑ کے علم کی وسعت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن ان کا علم پھر بھی علم حضوری نہیں کہا جاسکتا ہے۔ ہاں جب وہ کسی امر کے جاننے کی طرف مائل ہوتے تھے تو اُسے جان لیتے تھے ان کا علم ان کے قصد و ارادہ کے بغیر نہیں ہوتا تھا اور کتاب و سنت سے بھی یہی ثابت ہے۔

قرآن سے ان کے علم حضوری کی نفی

قرآن کی بعض آیات سے کشف ہوتا ہے کہ تنہا سرورِ کائنات ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء غیب کا علم نہیں رکھتے

البتہ خدا انہیں جس واقعہ کی خبر دیتا تھا بس اُسی کو جانتے تھے اور ظاہر ہے کہ آئمہؑ طاہرین رسولؐ اکرم سے تو اولیٰ نہ تھے کہ صرف وہ علم حضوری کے عالم ہوتے، اُنہیں رسولؐ اکرم سے ورثے میں علم ملا تھا ———— آیہ

قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا ھو سے

صاف ظاہر ہے کہ علم غیب کا عالم صرف قادر مطلق ہے۔ اور اگر سرورؐ کائنات اور آئمہؑ غیب جانتے تو خدا اور ان میں یہ صفت مشترک ہوتی۔ اور رسولؐ اکرم نے بھی غیب دانی کا دعویٰ کبھی نہیں کیا اور فرمایا ہے کہ میں غیب نہیں جانتا جیسا کہ خدا نے آنجنابؐ کے قول کی حکایت اس طرح کی ....

ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر .... نیز یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے ومن حولک من الاعراب رجال منافقون ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم

اب اس سے بڑھکر اور کون سی دلیل رسولؐ اکرم کے غیب نہ جاننے پر ہو سکتی ہے؟ اگر حضور غیب کے عالم ہوتے تو خدا ضرور کہتا کہ میرا رسولؐ اور بعض اہل مدینہ اور اعراب کے نفاق کو جانتا تھا۔ جب رسولؐ غیب نہیں جانتے تھے تو پھر آئمہؑ طاہرین کیسے عالم غیب ہو سکتے تھے۔

جواب

ہم آئمہؑ کے لئے علم ذاتی کو نہیں ثابت کر رہے ہیں۔ اور نہ یہی کہتے ہیں کہ خدا بھی ان کا معلم نہیں ہے۔ میری غرض یہ ہے کہ انھیں لطف باری کی وجہ سے علم ملا ہے، خدا نے انھیں سکھایا ہے، مذکورہ بالا آیات جنھیں معترض نے ابھی ذکر کیا ہے وہ اس آیت سے کہ جس میں خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا نے

رسولؐ اکرم یا اپنے بندوں میں سے بعض کو غیب بتانے کیلئے منتخب کرلیا ہے"
کے مخالف نہیں ہیں۔ اس لئے کہ آیتیں مثلاً آیۂ ولا یحیطون بشیء من
علمہ الا بما شاء .... اس میں لفظ الا سے اس امر کی تصریح
کی گئی ہے کہ خداوند عالم نے اپنے خاص بندوں کو اپنے اس علم سے سرفراز کیا
ہے .... لیکن .... آیۂ .... وعندہ
مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو سے مراد خداوند عالم کا علم ذاتی ہے جو
خدا ہی سے مخصوص ہے۔ اور جن آیات میں مذکور ہے کہ انبیائے کرام کو علم
سے نوازا گیا ہے اس سے مراد علم عرضی ہے۔ ہمارے بیان سے یہ ہرگز ثابت
نہیں ہوتا کہ تمام علوم جنھیں خدا جانتا ہے آئمہ طاہرین بھی جانتے ہیں۔
اس لئے کہ میں پہلے ہی عرض کرچکا ہوں کہ اسم اعظم کے بہتر حروف میں ایک
خدا نے اپنے لئے مخصوص کرلیا ہے اور ما بقی آئمہ طاہرین کے پاس ہیں۔

جہانتک مندرجہ آیات وما ادراک ما لیلۃ القدر ——
وما ادراک ما الحاقہ —— وما ادراک ما یوم الدین
—— وما تقف ما لیس لک بہ علم —— ولا تعلمھم نحن نعلمھم
کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ تو خداوند عالم کی مراد نہ جاننے سے رسولؐ اکرم کی
اُمت ہے کہ اُمت نہیں جانتی ہے۔ اور آیات مذکورہ از قبیل ایاک
اعنی واسمعی یا جارہ ہے۔

اعتراض
اخباری علم حضوری کی نفی کرتے ہیں

(۱) ایک روز حضرت امام جعفر صادقؑ نے غصہ کے عالم میں

لوگو! مجھے اس قول پر تعجب ہوتا ہے جو میرے متعلق کہتے ہیں کہ میں علم غیب جانتا ہوں۔ یاد رکھو سوائے خدا کے غیب کا اور کوئی عالم نہیں ہے، میں نے ابھی اپنی ایک کنیز کو سرزنش کرنا چاہا تھا وہ بھاگ گئی اور مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ گھر کے کس کمرے میں روپوش ہو گئی۔

جواب عرض کیا جا چکا ہے کہ علم خدا ذاتی اور علم رسول اکرمؐ اور آئمہ طاہرینؑ عرضی ہے۔ رہ گیا امامؑ کا اس کنیز کی بابت یہ فرمانا کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کس حجرہ میں چھپ گئی۔ تو امامؑ کی شان صاحبان بصیرت سے مخفی نہیں ہے۔ اس لئے کہ امام حالات زمانہ اور لوگوں کی عقل سے باخبر ہوتا ہے اگر امام اپنی عقل کا اظہار کرتے رہتے تو لوگ خدا کے متعلق شرک کرنے لگتے ——— بلکہ ایسی مثالیں ملیں گی کہ لوگوں میں شان امامت کو دیکھتے ہوئے اس قسم کے اعتقاد پیدا ہو گئے تھے۔ سوائے امیر المومنینؑ کے ہمارے دوسرے آئمہؑ کو اس اعتقادات سے رد کرنے کا موقع نہیں ملا اس لئے وہ اپنے علم کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ نیز یہ کہ آئمہ طاہرین دورِ فراعنہ میں مذہب حقہ کی حفاظت کر رہے تھے۔ اگر وہ اس تاریک دور میں اپنے علم کا اظہار کرتے تو سلطان جابر کے ظلم و ستم کی کوئی حد نہ ہوتی۔ آئمہ طاہرین کو مذہب حقہ کی حمایت میں اس قدر احتیاط کرنے کے باوجود طبعی موت نہ آئی۔ بلکہ کسی کو زہر کا پیالہ پینا پڑا اور کوئی ظالم کی زہر آلود تلوار سے راہی جنت ہوا۔ کوئی میدان جنگ میں

دین کی حمایت کرتے ہوئے جاں بحق ہوا۔ (لہذا قوی احتمال ہے کہ امام کے ارشاد کے موقع پر کوئی غیر بھی موجود رہا ہو اور امامؑ نے بطور تقیہ ارشاد فرمایا ہو۔ مترجم) البتہ خداوند عالم کی اس نعمت عظیم۔ علم حضوری کے اظہار کا موقع امامؑ زمانہ کو ملیگا ـــــ اس لئے کہ وہ جناب گمراہ ہونے والے اشخاص کو راہ راست پر لانے کی مکمل قدرت رکھتے ہوں گے۔

نوٹ :۔ مولف موصوف نے مذکورہ بالا روایت کو تمامًا ذکر نہیں کیا ہے۔ بہتر ہے کہ ناظرین روایت کو مکمل طور سے ملاحظہ فرمائیں۔

سدیر راوی کا کہنا ہے کہ اپنے قول " معلوم نہیں کنیز کس حجرہ میں جا چھپی " کے بعد مجلس سے اُٹھے اور گھر میں تشریف لیگئے تو میں (راوی) اور ابوبصیر اور میسر امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم لوگوں نے عرض کیا آپ نے اس طرح ارشاد فرمایا حالانکہ ہم لوگ جانتے ہیں کہ آپ علم کثیر کے مالک ہیں اس کے باوجود ہم علم غیب کی نسبت آپ کی طرف نہیں دیتے

امامؑ نے فرمایا۔ سدیر کیا تم نے قرآن پڑھا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ کیوں نہیں۔

فرمایا، خدا نے ارشاد فرمایا ہے وقال الذی عندہٗ علم من الکتاب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک۔

عرض کیا۔ ہاں میں اس آیت کو جانتا ہوں۔

امامؑ ۔ اس رجل کو جسکو کتاب کا علم تھوڑا ملا تھا جانتے ہو ـــ؟

اس علم کی مقدار جانتے ہو ؟

سدیر۔ آپ فرمائیں۔

امامؑ۔ آصف بن برخیا کا علم بحرِ اخضر کے مقابلہ میں ایک قطرہ کے برابر تھا۔

سدیر۔ یہ تو بہت کم علم ہے۔

امامؑ۔ کیا قل کفیٰ باللہ شہیدا بینی وبینکم ومن عندہٗ علم الکتاب کی تلاوت کی ہے۔؟

سدیر۔ ہاں یہ آیت بھی میری نظر میں ہے۔

امامؑ۔ جسے کل کتاب کا علم دیا گیا ہو وہ زیادہ جانتا ہوگا یا جسے بعض کتاب کا علم ہوگا۔؟

سدیر۔ جسے کل کتاب کا علم ہے۔

امامؑ نے اُس وقت اپنے صدر شریف (سینہ) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ بخدا تمام علم کتاب یہاں ہے، بخدا تمام علم کتاب میرے سینے میں ہے۔

اعتراض

نبیؐ اور امامؑ سے بھول چوک

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ رسولؐ اکرمؐ نے سہو کیا۔ ایک مرتبہ آنجنابؐ نے نماز ظہر چار رکعت کے بجائے پانچ رکعت پڑھا دی تھی اور ایک بار دو ہی رکعت پر ختم کر دی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت علیؑ

نے بغیر طہارت کے نماز پڑھائی تھی۔ اس لئے منادی کرائی گئی تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔

عیون اخبار الرضا میں اُن لوگوں پر جو سہو نبیؑ کے قائل نہیں ہیں لعنت کا ذکر ہے۔ اور امامؑ نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگ غالی ہیں۔

سرائر میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ جناب نماز کے اپنے خادم کو اپنے پیچھے اس خیال سے بٹھاتے تھے تاکہ وہ امامؑ کی رکعات نماز کو شمار کرتا رہے۔

معلوم ہوا کہ اگر نبیؐ اور امامؑ کو علم حضوری ہوتا تو اُن سے کبھی کبھی سہو واقع نہ ہوتا۔ اس لئے کہ جب انھیں دوسروں کے افعال کی خبر ہے تو انھیں اپنے افعال سے بدرجۂ اولیٰ باخبر ہونا چاہئے۔

جواب

معترض نے اپنے مطلب کی حدیثیں جن کا تعلق سہو نبیؐ و آئمہؑ سے تھا اسے تو بیان کر دیا لیکن معارض روایتوں سے تجاہل برتا، جب صراحتًہ ایسی روائتیں موجود ہیں جن میں ان سے سہو کی نفی کیگئی ہے، تو سہو والی روایت کو قبول کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور اگر قبول کرنا ہی ہے تو اُسے تقیہ پر حمل کرنا چاہئے۔ نیز اصولاً عقل کا ئل مفتقد اور معصوم ایسی رکیک باتوں کا صدور محال جانتی ہے۔ سہو اور بھول چوک سے مقام نبوت و رسالت اور شان امامت پر حرف آتا ہے۔

اعتراض

نبیؐ نے نماز صبح قضا کی

اخبار صحیح سے پتہ چلتا ہے کہ رسولؐ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صبح کے وقت سو رہے تھے اور آفتاب کی گرمی کی وجہ سے آپ کی آنکھیں کھلیں۔ اس کی تعلیل میں کہا گیا ہے کہ حضورؐ اکرم پر صبح کو اس لئے نیند کا غلبہ ہوا تھا کہ اگر کبھی کوئی خدا پرست صبح کو سو جائے اور نماز قضا کر دے، تو اسے سرزنش نہ کی جائے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ رسولؐ اکرم کو علم حضوری نہ تھا ورنہ وہ طلوع آفتاب تک نہ سوتے۔

جواب

روایت مذکورہ میں جو تعلیل کی گئی ہے وہ عجیب و غریب تعلیل ہے اس سے ان کے مقام جلیلہ کی کوئی برتری ظاہر نہیں ہوتی۔ جب کہ رسولؐ اکرم کی شان یہ ہے کہ حضورؐ کی آنکھیں آرام کرتی لیکن دل بیدار رہتا ہے۔ پھر کیسے وہ فریضے سے غافل رہ سکتے ہیں؟ اگر رسولؐ اکرم کے علاوہ کوئی اور بندہ صبح کے وقت سوتا رہے تو اس کی مذمت کی جاتی ہے چہ جائیکہ سرورؐ کائنات ایسی ہستی۔ تعلیل میں یہ کہنا کہ نبیؐ اکرم اس لئے صبح کو سوئے کہ دوسرے لوگوں کو اس فعل پر سرزنش نہ کیا جائے۔ رسولؐ اکرم اس کا حکم خود اپنی زبان سے کر سکتے تھے۔ یہ تو ایک غیر معقول بات ہے کہ رسولؐ اکرم ایک برائی، صبح کی نماز کے قضا کرنے کا دفاع ایک برے فعل سے کرنے لگیں۔

اعتراض

امام جب چاہتے ہیں علم ہوتا ہے

اخبارات ثابت ہے کہ امام جب کسی شے کی بابت جاننا چاہتے ہیں تب خدا انھیں اُس شے کی بابت خبر دیتا ہے اور وہ جان لیتے ہیں۔ اور یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے اور موافق و مخالف دلیلوں کا بھی یہاں اتحاد اور اتفاق ہے اس لئے یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ انھیں علم اس وقت ہوتا ہے جب وہ اُس کے جاننے کا ارادہ کرتے ہیں۔ انھیں علم حضوری ابدی دائمی نہیں ہوتا۔

جواب

آپ نے جن اخبار کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب وہ کسی شئے کو جاننا چاہتے ہیں تو انھیں علم ہوتا ہے۔ مگر اخبار مشار الیہا سے یہ ثابت ہوتا کہ وہ ہمیشہ علم دیتا ہے۔ اس لئے علم حضوری دائمی و ابدی کا ثبوت آپ ہی کے ذکر کردہ اخبار (مشار الیہا) میں ہے۔ اور چونکہ علم حضوری آئمہ کے کمال کی منزل ہے اس لئے انھوں نے حقائق اشیاء کے علم کا ہمیشہ ارادہ کیا۔ فضل و شرف کے عام طالب کی حسب و روز یہی کوشش ہوتی ہے کہ اُسے برابر ہی کمال کا درجہ ملتا رہے۔ تو جسے فضل و کمال بغیر کوشش کے صرف خواہش پر مل رہا ہو، تو کیوں نہ علم ایسی نعمت کو اپنی زندگی سے قیامت تک کے لئے چاہے گا۔

اعتراض

آئمہ طاہرین کے مندرجہ ذیل واقعات سے کشف ہوتا ہے کہ انھیں غیب کی باتیں معلوم نہ تھیں۔

(۱) راوی نے امامؑ سے کہا کہ ایک مسئلہ کا جواب معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن کہیں کوئی سُن تو نہیں رہا ہے۔ امامؑ نے یہ سُن کر پڑا ہوا پردہ ہٹا دیا اور فرمایا تم اپنے مسئلہ کو بیان کرو۔

(۲) امامؑ موسیٰ کاظمؑ کو معلوم ہوا کہ مجھے جو انڈا کھلایا گیا ہے وہ قمار سے حاصل ہوا تھا تو امامؑ نے استفراغ کر دیا۔

(۳) آئمہ طاہرین کو زہر سے شہید کیا گیا۔ اگر انکو معلوم ہوتا تو اپنے کو معرض ہلاکت میں نہ ڈالتے۔

ان تمام باتوں سے قطع نظر اگر عقلاء سے یہ کہا جائے کہ آئمہ کو گذرے اور آنیوالے قیامت تک کے تمام حالات وحادثات کا علم تھا تو وہ اسے نہیں قبول کرینگے اور اس طرح کا اعتقاد غلو کہلائیگا۔

جواب

آئمہ طاہرین اپنے اقوال واعمال سے ایسے امور نہیں ظاہر فرماتے تھے کہ جن سے اُن کے علم حضوری کا پتہ چلتا۔ لیکن یہ بات بجز کلی طور پر تھی ورنہ بعض حالات میں ان حضرات سے علم حضوری کا ثبوت ملتا ہے۔ ملاحم ومغیبات، لوگوں کی دلوں کی باتوں کا اظہار مدینۃ المعاجز میں تمام آئمہ کے متعلق یہی شان نظر آئیگی۔ خود نہج البلاغہ کے مطالعہ کرنے کے بعد باب مدینۃ العلم کے علم حضوری کی امتیازی خصوصیت سے کون انکار

کر سکتا ہے۔ البتہ کبھی کبھی امامؑ کی طرف سے جو عدم علم کا اظہار ہوا ہے تو اس سے علم ذاتی مراد ہے جو کہ خداوند عالم سے مخصوص ہے۔

راوی کے کہنے پر کہ ایک سوال ہے مگر جبکہ کوئی دوسرا سننے والا نہ ہو تو میں عرض کروں گا۔ یہ سنکر امام جعفر صادق علیہ السلام نے پردہ ہٹا دیا تھا تو وہ راوی کے اطمینان کے لئے تھا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس تخم مرغ (انڈے) کی اصلیت سے واقف تھے۔ آپکو معلوم تھا کہ خبر دینے والا اصلیت کو نہیں جانتا۔ البتہ تے اس لئے کی تھی کہ کہیں وہ امامؑ کو متہم نہ کرے، یا یہ کہ خبر دینے والا عادل تھا اور عادل کی تصدیق کرنی چاہیئے۔ اس لئے امامؑ نے استفراغ کرکے عادل کی تصدیق کی تھی۔ (یا یہ کہ دوسرے لوگ بھی ایسی چیزوں کے ارتکاب کی دلیل نہ بنائیں۔ مترجم)

بیشک امامؑ نے بعض موقعہ پر علم ظاہر پر عمل کیا اس لئے کہ زمانہ ناسازگار تھا، دشمنوں کا غلبہ تھا، ملت جعفریہ کی حفاظت کا انحصار انتہائی احتیاط پر تھا۔

جہانتک ان حضرات کا مقام شہادت میں دشمن کے دیئے ہوئے زہر کا پینا ہے، یا مسجد کوفہ میں فزت برب الکعبہ کہتے ہوئے دنیا سے چلا جانا ہے۔ یا میدان وغا میں تلواروں کی چھاؤں میں سجدہ کرنا تو انہیں ان واقعات و حالات اور وقت کا علم تھا۔ لیکن اس علم سے ان کا اس طرح مقتول ہو جانا ہلاک کرنے کا موجب نہیں ہو سکتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جو امامؑ اپنی مصیبت اور آخری انجام سے بیخبر ہو وہ خدا

کی حجت نہیں بن سکتا ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے زہر پینے اور بدن پر اس کے اثر کی کہ کس قسم کا اثر ہوگا پہلے ہی خبر دیدی تھی۔

ایک شخص امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا کہ امیر المومنینؑ جانتے تھے کہ انھیں ابن ملجم ملعون شہید کریگا۔ جب گھر کے پالتو پرندے شب ضربت چلائے تو حضرت نے فرمایا تھا کہ ان کی چیخوں کے بعد گریہ وزاری ہوگی۔ بیٹی نے کہا بھی آج آپ مسجد نہ جائیں کسی اور کو بھیج دیں ---------- ان باتوں کو جانتے ہوئے امامؑ نے کیوں نہیں احتیاط کی ______ سائل کے اس کلام کو سنکر امام رضاؑ نے فرمایا امیر المومنینؑ نے اس رات کو قضائہ قدرہ کے لئے چن لیا تھا۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ خداوند عالم نے سید الشہداؑ امام حسین علیہ السلام کے لئے فتح ونصرت کو نازل کیا۔ اور امام عالیمقام کو اختیار دیا چاہے وہ دشمنوں پر غلبہ حاصل کریں یا خدا سے ملاقات کریں۔ امامؑ عالیمقام نے اس موقع پر لقاء الٰہی کو ترجیح دی۔

ضریس کناسی کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا، لوگوں پر مجھے تعجب ہوتا ہے کہ مجھے پیشوا ماننے کے باوجود اور یہ جانتے ہوئے کہ میری اطاعت رسولؐ اکرم کی اطاعت ہے اپنی دلیل وبرہان کو خود سے باطل کر دیتے ہیں اور مخالف کے سامنے اپنے کو محکوم کر دیتے ہیں۔ اس طرح جہاں وہ ہمارے حق میں بے علم نقض کرتے

ہوئے برہان کو معیوب بنا دیتے ہیں۔ کیا خدا اپنے اولیاء کی اطاعت تو بندوں پر ضروری قرار دے اور انھیں ارض و سما کے حادثات سے بیخبر رکھے گا۔ اور ان سے کسی مسئلہ کی بابت پوچھا جائے تو انھیں علم نہ ہوگا؟ امامؑ کے اس ارشاد گرامی کو سنکر حمران نے کہا مولا! آپ تو جانتے ہیں کہ امیرالمومنینؑ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے قیام سے دین پر کیا بیتی۔ ان لوگوں کے شہید ہو جانے سے کیا مصیبتیں آئیں، خود ان حضرات کا یہ اقدام ان کی شہادت کا سبب بنا۔

امامؑ ---------- خداوند عالم نے ان مصائب کو ان پر ضروری نہیں قرار دیا تھا اور انھیں اختیار دیا تھا کہ چاہیں تو ان مصائب کو قبول کریں اور چاہیں تو رد کر دیں۔ ان کے مصائب کی خبر انھیں رسول اکرمؐ سے ملی تھی۔ ان حضرات نے انجام سے باخبر ہو کر اقدام کیا تھا۔ ان میں کی جو شخصیت خاموش رہی وہ بھی علم ہی کی وجہ سے۔ اے حمران اگر یہ لوگ ظالموں کی بربادی خدا سے چاہتے تو خدا ان کی درخواست کو قبول کر لیتا اور ان کا تخت و تاج خاک میں ملجاتا۔ ان پر جو مصائب پڑے وہ ان کے گناہوں کا کفارہ نہ تھے بلکہ خدا انھیں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام دینا چاہتا تھا۔ اے حمران خبردار ان کے بارے میں مذاہب باطلہ اختیار نہ کرنا۔

ان کے متعلق یہ عقیدہ پیدا کرنا کہ ان کے علم حضوری کا قائل غلو کرتا ہے۔ تو یہاں پر یہ عرض کروں گا کہ ہر وہ حالت جسے تعجب سے دیکھا جائے، اسے غلو نہیں کہتے۔ جس شئے کو انسان عظیم سمجھنے لگے اسے

حد وسط سے خارج شمار نہیں کرتے۔ غلو سے مراد یہ ہے کہ خاصان خدا کو ناموس شریعت سے علیحدہ کر کے خدا کہہ دیا جائے۔ یا وہ صفات جو صرف خدا سے مخصوص ہیں انھیں شریک قرار دیا جائے۔ جہاں ہم ان کے علم و قدرت کے قائل ہیں وہاں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ خدا کی مخلوق ہیں لیکن بلند مخلوق۔ انھیں بھی خداوند عالم کی بارگاہ سے رزق ملتا ہے۔ یہ خداوند عالم کی وہ بزرگ و برتر مخلوق ہیں کہ شان و منزلت کی بلندی کا اندازہ لگانا بہت دشوار ہے۔ آئمہ طاہرین جانتے ہیں کہ ہم عام انسان ان کی اصل معرفت سے قاصر ہیں۔ اسی لئے ارشاد فرمایا ہے "نزھونا عن الربوبیۃ وقولوا فینا ما شئتم"
"ہمیں ربوبیت سے علیحدہ کرتے ہوئے ہماری شان میں جو چاہو کہہ سکتے ہو۔"
اس لئے اگر ان کی فضیلت میں کوئی ایسی بات ملے جو خدا کے مخصوص صفات سے علیحدہ ہو تو اس کا اعتقاد غلو کا موجب نہیں ہو سکتا ہے۔

احسان باری مقید نہیں ہوتا

ذات وحدہٗ لاشریک نے اپنے خاص بندوں کو عظیم صفات اور بہترین خصائل سے نوزا۔ اس کے جود و کرم نے یہ امر ناپسند کیا کہ ان کے ان صفات و خصائل کو کسی دائرہ میں محصور کر دے۔ یا ایک خاص وقت تک یہ حضرات ان صفات کے مالک رہیں۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کے لئے نیک بندوں کے حق میں یہ تقید خود اس کے جود و کرم کے منافی ہو جاتا۔ تو پھر ماننا پڑیگا کہ اس نے ان کے علم حضوری

کو بھی منحصر و مقید نہیں کیا۔ ہمیں اپنے بعض بھائیوں پر بہت تعجب ہوتا ہے کہ وہ جان بوجھ کر آئمہ ؑ کے علم کو محدود و منحصر کرتے ہیں اور اس طرح ان حضرات کے غیب کے نہ جاننے کے قول کیلئے راستہ صاف کرتے ہیں۔

نوٹ:۔ مولف کتاب ثراہ کے مذکورہ بالا درد دل کی تائید میں مندرجہ ذیل بیان ملاحظہ ہو۔

پروفیسر جامعۂ ازہر محمد محی الدین نے قاضی ابوالعباس کا نہج البلاغۃ پر ایک اعتراض یہ بھی ذکر کیا ہے کہ نہج البلاغہ کی ساری عبارتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں علم غیب کا بھی ادعا کیا گیا ہے اور عہد رسالت میں امیر المومنین ؑ اور ان کے ہم مثل اشخاص کے لئے یہ امر بعید ہے کہ انھوں نے غیب کی خبر دی ہوگی۔

پروفیسر موصوف نے اس اعتراض کی رد میں لکھا ہے کہ نہج البلاغۃ کی عبارتوں سے علم غیب کا کشف نہیں ہوتا ہے بلکہ امیر المومنین ؑ نے ان نتائج کو مختلف قضایا اور مقدمات سے اخذ کیا ہے۔ اس لئے کہ امیر المومنین ؑ خداداد بے پناہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ پروفیسر نے اپنے اس جواب کے بعد محمد عبدہٗ کی رائے کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ محمد عبدہٗ لکھتے ہیں کہ ہمارے ادبا امیر المومنین ؑ کی عین عبارتوں کو علم غیب سے تعبیر کرتے ہیں وہ دراصل امیر المومنین ؑ کا تفرس، آں جناب کی سوجھ بوجھ کا نتیجہ تھا

چونکہ یہ ترجمہ اپنے نوجوانوں کے فائدہ کے پیش نظر کیا ہے اس لئے ایک ضروری امر کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ علمائے شیعہ میں ایک عظیم

شخصیت علامہ سید ہبۃ الدین شہرستانی کی گذری ہے جن کا حال ہی میں چند سال ہوا بغداد میں انتقال ہوا ہے۔ وہ امیر المومنین کے غیب جاننے کے متعلق اپنی کتاب "ماھو نہج البلاغہ" میں مخالفین کے جواب میں لکھتے ہیں، علم غیب خداوند عالم اور پیغمبروں اور آئمہ طاہرین سے مخصوص ہے۔ خداوند عالم نے ان حضرات کو بندوں کی رہبری کے لئے چنا ہے۔

حال ہی میں حوزۂ علمیہ نجف اشرف میں علامہ سید حیدر عباس کراروی مدظلہ، علامہ سید طیب آغا صاحب جزائری، علامہ سید محمد باقر صاحب اجتہادی وغیرہ کی طرف سے امیر المومنینؑ کے عالم غیب ہونے کے متعلق ہفتہ وار اخبار "شہید" میں ایک سود مند بیان شائع ہو چکا ہے۔ (مترجم)

صفات امام بھی کامل ہیں

خداوند عالم نے انبیاء اور اوصیاء کو اپنے عظیم صفات سے نوازا ہے۔ اور ان صفات میں کوئی قید نہیں لگائی ہے۔ اگر کسی کو ان کے علم اور غیب دانی پر تعجب ہوتا ہے اور وہ انہیں عالم غیب کہنے پر ہچکچاتا ہے تو انہیں چاہیئے کہ امام کے دوسرے صفات سے بھی انکار کر دیں۔

علم حضوری سے بندوں میں اطاعت کی رغبت پیدا ہوتی ہے

جب لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ امام کو لوگوں کے دلوں کی باتوں کا علم ہوتا ہے۔ (امامؑ ان کے خفیہ منصوبوں سے واقف ہوجاتا ہے۔ امامؑ کو لوگوں کی معصیت و اطاعت کا پتہ ہے، امامؑ ہلاکت سے بچاتا ہے تو لوگ خود بخود اطاعت کرنے لگیں گے۔ اور گناہوں سے پرہیز کریں گے۔

لوگ غیب جاننے والے امام کے محتاج ہیں

لوگ ایسے امام کے محتاج ہیں جو ان کیلئے کشف حقائق کرے تاکہ اطاعت سے قریب اور معصیت سے دور ہونے کا صحیح مقصد حاصل ہو سکے اور جب کہ ائمہؑ طاہرین اس علم کے اہل ہیں۔ لوگوں کو ایسے عالم کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو خدا کیلئے آئمہؑ کو اس طرح با برکت علم سے سرفراز کرنا ضروری یا لازم ہے۔ اس لئے کہ اس میں مصلحت تامہ موجود ہے۔

علم حضوری ممکن ہے

علم حضوری کے ممتنع ہونے یا محالیت پر کوئی دلیل نہیں ملتی ہے اس لئے اس علم کا عقیدہ پیدا کرنے سے کوئی شئے مانع نہیں ہے۔ علم حضوری کے ثبوت

اور صادر ہونے پر البتہ بہت سی دلیلیں ملتی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ حضرات علم حضوری، علم غیب سے بے خبر ہوتے ہیں تو ایک ایسے شخص کا ہونا لازم آئے گا جو ان سے زیادہ باخبر ہو۔ حالانکہ امامؑ سے بڑھ کر یا امامؑ کے مساوی علم رکھنے والے کا وجود نہیں ہے۔ میرا یہ قول کہ اگر امامؑ علم حضوری کا مالک نہ ہوگا تو امامؑ سے زیادہ جاننے والے کا وجود نہ ہوگا۔ اس لئے ہے کہ موضوعات خارجیہ سے باخبر ہونے والے کا وجود یقینی امر ہے۔ مثلاً ایک شخص جانتا ہے کہ زید کا باپ خالد ہے یا خالد نے کسی عورت سے ناجائز تعلقات قائم کر لئے تھے اور امامؑ سے سوال کیا جائے اور امامؑ علم نہ رکھتا ہو تو لازم آئیگا کہ وہ شخص جیسے خالد کے کردار کا علم ہے وہ امامؑ سے زیادہ جاننے والا نکلے گا۔

جہل کی وجہ سے سہو و نسیان ہوتا ہے

اگر امامؑ کو موضوعات کا علم نہ ہوگا تو ان حضرات کو سہو و نسیان سرزد ہوگا اور ان کیلئے جائز ہوگا کہ نااہل کو بخشش کریں۔ اور اہل محروم ہو جائے۔ خارجی ذاتیات میں خطائیں سرزد ہونگی اور اصل قضیہ کا پتہ نہ چل سکیگا۔ اس لئے کہ یہ خرابیاں جہل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور انسان ان سے خالی نہیں ہے۔ اگر امام کے لئے بھی یہی بات فرض کی جائیگی تو امام میں بہت بڑا نقص سمجھا جائیگا۔ حالانکہ امام تمام نقائص سے پاک ہوتا ہے۔

جہل میں امام کو دوسروں کی ضرورت ہوگی

اگر امام جاہل ہوگا تو وہ مسائل خارجیہ اور داخلیہ میں دوسروں کا محتاج ہوگا اس لئے کہ جاہل عالم کا محتاج ہوتا ہے حالانکہ امام کسی کا محتاج نہیں ہوتا ہے وہ بندوں پر خدا کی حجت ہے۔ اور اگر امام سے زیادہ کوئی جاننے والا موجود ہوگا تو ایسا امام حجت خدا نہیں ہوسکتا ہے۔ امام جب علم سے خالی ہوگا تو وہ نیکیوں کے بدلے برائیاں کریگا۔ اس وقت امام کیلئے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہوگی جو امام کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے۔ شخص جاہل سے کبھی ایسے افعال بھی صادر ہوتے ہیں جو اس کے قصاص کا سبب بنتے ہیں۔ اس لئے کہ لاعلمی کے سبب قول و فعل میں خطائیں واقع ہوتی ہیں۔ جاہل انسان مستحق سزا کو بری کردیتا ہے اور غیر مستحق کو سزا دیتا ہے۔ اس سے خود جاہل حاکم قصاص کا سزاوار ہوجاتا ہے۔ اگر امام کے لئے یہی فرض کرلیا جائے تو وہ قصاص کا مستحق قرار پائیگا۔

حاصل مطلب

عقل کہتی ہے کہ خداوند عالم کے لئے ضروری ہے کہ وہ بندوں میں اپنی حجت قرار دے۔ حجت کیلئے تمام صفات کمال میں جامع ہونا ضروری ہے، اس کا دامن تمام عیوب و نقائص سے پاک و صاف ہو۔ اپنی خلقت اور اخلاق میں

کامل ہو۔ اور کوئی دوسرا اُس سے فضل و شرف میں سبقت نہ لیگیا ہو۔ ایسی صورت میں وہ کیوں کسی امر سے بے خبر ہو سکتا ہے؟ کیا اس کامل ذات سے ناقص فعل کا صدور ہو سکتا ہے؟ کیا خدا خطائی، معصیت کار، جاہل کو اشرف المخلوقات کا پیشوا بنا سکتا ہے؟ — لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

شبہات

سہو نبیؐ امت کیلئے رحمت ہے

در حقیقت سہو نبیؐ ہمارے سہو و نسیان یعنی بھول چوک سے بہت بدلے ہماری بھول چوک شیطان کی وجہ سے ہوتی ہے اور نبیؐ کی بھول چوک کا تعلق رحمٰن کی طرف سے ہے۔ (معاذ اللہ۔ مترجم) نبیؐ کا سہو کرنا امت کے لئے رحمت ہے تاکہ کسی مسلمان کو اس کی اتفاقی بھول پر اور کسی کو نماز صبح کے وقت سو رہنے پر لعنت و ملامت نہ کی جائے۔ ایک وجہ سہو نبیؐ کی یہ بھی ہے کہ لوگ اس کے معجزات کو دیکھکر اُس کے خدا ہونے کا وہم نہ کریں۔ نیز یہ کہ سہو نبیؐ سے سہو کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

جواب

نبیؐ کے سہو، اُن کی بھول چوک سے شان نبوت مجروح ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے اتفاقی یا انسانی فطرت کی بنا پر سہو و نسیان کے عیب اور نقص کو نبیؐ کے سہو سے نہیں دفع کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھی نہ فراموش کرنا

چاہیئے کہ انسان میں تنہا بھول چوک ہی کا مرض نہیں بلکہ وہ اور بھی بہت سی خرابیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ بد صورت ہونا بھی بُرا سمجھا جاتا ہے بداخلاقی بھی عیب ہے، لوگ، لنگڑے، لولے، کالے، بہرے، گنجے ہوتے ہیں۔ تو پھر نبیؐ کو بھی انھیں امراض میں مبتلا ہونا چاہیئے۔ سہو خود ایک ذاتی عیب بھی ہے۔ اس سے کسی دوسرے کے عیب کی پردہ پوشی کیسے ہو سکتی ہے۔ اور خدا ہونے کے وہم کو تنہا سونے اور سہو سے دفع کرنے کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں ہیں۔

(مثال کے طور پر اگر نبیؐ کو اپنی عبدیت کا اظہار کرنا مطلوب ہے تو سو کر نماز صبح کیوں قضا کرے۔ بلکہ اس طرح سوئے کہ عبدیت اور اطاعت دونوں کو بجا لائے۔ جیسا کہ امیر المومنین ؑ کا شب ہجرت فرش رسالت پر آرام کرنے کا واقعہ مشہور ہے۔

(مترجم)

یہ کہنا کہ حکم شرع بتانے کے لئے نبیؐ سو کر نماز قضا کر سکتا ہے، تو اس حکم کے لئے بھی خود زبان نبیؐ کافی ہے۔

سونے کی بھول چوک عیب نہیں

اگر اطاعت و بندگی میں خواب کی وجہ سے

بھول چوک ہو جائے اور عبادت کا وقت نکل جائے اور بعد میں اس کی قضا کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ وہ بھول چوک، جو سونے کے علاوہ پیدا ہوتی ہے تو ایسی بھول البتہ قابل ملامت ہے۔ اس دلیل

خواب کے علاوہ سہو کرنا کمال انسانی کے لئے بہت بڑا عیب ہے۔
لیکن خواب کا سہو معیوب نہیں ہے۔ اس لئے کہ خواب انسان
کے لئے لازمی امر ہے۔

جواب

سہو خواہ سونے کے سبب سے ہو یا بیداری
میں دونوں انسانی کمال کیلئے عیب ہیں۔
نماز واجب کو ترک کرتے ہوئے خواب کرنا
صاحبان دین و فضیلت کے لئے بہت بڑا نقص ہے چہ جائیکہ وہ
نبیؐ یا امام ہو۔ اور ایسی ذات جو انبیاء کی سردار، اُمت کی امام —
اگر رسولؐ اکرم کے متعلق نماز کے وقت خواب کی بات ہو بھی تو اسے
قبولیت کا درجہ نہیں مل سکتا۔ اس لئے کہ نہ تو عقل ہی شان نبیؐ میں
ایسی حدیث سننے پر تیار ہے اور نہ دوسری حدیثوں سے ترک صلٰوۃ
کی تائید ہوتی ہے۔ شان نبیؐ تو یہ ہے کہ رسولؐ اکرم کی آنکھیں آرام
کرتی ہیں لیکن دل بیدار رہتا ہے۔ خود یہ محکم ثبوت ہے کہ رسولؐ اکرم
سے کبھی بھی سہو نہیں ہوا۔ ورنہ لازم آئیگا کہ رسولؐ اکرم نے ایک
الٰہی فریضہ کو جان بوجھ کر ترک کر دیا۔ اس لئے کہ عالم خواب میں دل
بیدار رہتا۔

اگر ائمہؑ کو موضوعات کا علم ہوگا تو ان کیلئے معاشرت اور معاش کا سدباب ہو جائیگا

ہمارے بھائی جانتے ہیں کہ بازاروں میں عام طور سے جھوٹ

چوری، لوٹ مار اور شیطنت کا غلبہ رہتا ہے اور حرام و حلال میں کوئی تمیز نہیں باقی رہ جاتی ہے۔ اس صورت میں اگر آئمہ علیہم السلام کو علم حضوری و غیبی کا ہوگا تو ان کے لئے معاشرت اور معاش کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ظاہر واقع کے مخالف ہوتا ہے۔ علم واقعی و غیبی کی بنا پر ان حضرات پر لازم ہوگا کہ محرمات کا ارتکاب کرنے والوں کو فعل حرام سے منع کریں۔ اور ان سے خود بھی اجتناب کریں۔ حالانکہ ان حضرات نے امور معاش میں اور معاشرت میں کبھی احتیاط نہیں کی۔

جواب

ائمہ طاہرین کا لوگوں کے ساتھ علم ظاہری کی بنا پر معاملہ کرنا اور ان سے لین دین جاری رکھنا اس بات کا ثبوت نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ حضرات واقع کا علم نہیں رکھتے تھے۔ اگر ان کا علم ظاہری ان کے علم واقعی و حضوری کے خلاف ہوتا تو ان کے لئے جائز نہ ہوتا کہ وہ ظاہر پر عمل کریں۔ وہ اپنے علم واقعی ہی پر عمل فرماتے تھے ـــــــ کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ وہ معاملات میں علم واقعی پر عمل کرنے سے قاصر تھے۔ یا ان پر امور معاش و معاشرت کا سدباب ہو جاتا تھا۔ جب کہ وہ خداوند عالم کی طرف سے ودیعت کردہ قدرت کے حامل تھے۔ وہ حضرات اپنے خاص عقیدتمندوں سے ضرور علم واقعی کی حیثیت سے

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے تھے۔ اور جہانتک عام لوگوں کا تعلق ہے اُن سے سکوت اختیار کرتے تھے۔ اس لئے کہ ماحول سازگار نہ تھا۔ البتہ اپنے خاص دوستوں کو منکرات الٰہیہ سے منع کرتے تھے۔ اگر یہ حضرات صرف کسی شے کے ظاہر پر جاتے ہوئے فیصلہ کر دیتے تو آج نہ معلوم کتنے واقعات ہیں خطا اور نسیان کی نسبت ان حضرات کی طرف دی جاتی لیکن بحمد اللہ آج بھی ہمارے آئمہؑ کا دامن سہو و نسیان سے پاک ہے۔

آئمہؑ کو ہر وقت موضوعات کا علم نہیں ہوا کرتا تھا

اگر انھیں برابر موضوعات کا فعلاً علم ہوگا تو خود اُن کے لئے یہ بات ناقابل پسند ہے۔ مثلاً زید کا کسی عورت سے شادی کرنے کے بعد اُس کے شب زفاف کے بعض تعلقات کا علم۔

جواب

ایسے افعال جن کے دیکھنے پر طبیعت راضی نہیں ہوتی، لہٰذا اس کے لئے داعی نہیں پیدا ہوتا۔

علاوہ بریں اس کے علم پیدا کرنے سے کوئی عیب نہیں لازم آتا ورنہ ایسی صورت میں آپ کا یہ شبہ خداوند عالم پر بھی وارد ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے بندوں میں بعض ایسے اعضا خلق کئے ہیں جن کا دیکھنا نا محرم پر حرام ہے۔ قطع نظر اس کے خدا نے کتا، سور پیدا کیا ہے۔ وہ بھی تو نجس العین ہیں۔ تو خدا کا انہیں پیدا کرنا بھی ناپسند ہوگا۔ معلوم ہوا کہ کسی غیر کے پست و بلند فعل کا علم پیدا کرنا بھی قبیح نہیں ہے۔ البتہ بُرے کام کی تعلیم دینا یا کسی خفیہ کام کی ٹوہ میں رہنا قبیح و بُرا ہے۔ لیکن جس سے طبیعت شرم کرتی ہو اُس کا جاننا بُرا نہیں ہے۔

اصل یہ ہے کہ آئمہؑ کو علم فعلی ہی نہ تھا

ابتدا میں آئمۂ طاہرین نہ تھے۔ صرف اُن کا خالق تھا۔ سب سے پہلے مخلوقِ الٰہیہ میں انھیں خلقت کا شرف حاصل ہوا۔ لہٰذا یہ حضرات حادث ہیں۔ البتہ اپنی خلقت نوری میں خداوند عالم کی پہلی مخلوق ہیں۔ خلقت کے بعد خدا نے انھیں اپنے علم سے نوازا۔ اس لئے ان کا علم جب تک کوئی دلیل قائم نہیں ہو یعنی ہے مسبوق العدم ہی رہے گا اور دلیل یقین یہ ہے کہ جب یہ قصد و ارادہ کرتے ہیں تب انھیں شئے کا علم ہوتا ہے۔

جواب

حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ ان کا علم فعلی و حضوری ہوتا ہے اور اصل مذکور کا جاری ہونا مسلمہ امر سے نہیں ہے اور اس کی رد کا تفصیلی ذکر اصول کی کتابوں میں موجود ہے۔

علمِ حضوری سے نزولِ وحی بیفائدہ شے ہوجاتی ہے

روح الامین کا وحی لیکر رسولؐ اکرم کی خدمت میں حاضر ہونا اور آنحضرتؐ کو ہونے والے واقعات سے آگاہ کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ رسولؐ اکرم کو علم فعلی نہ تھا۔ اس لئے کہ اگر انہیں علم فعلی ہوتا تو جبرئیل امین کے وحی لانے کی کیا ضرورت تھی۔

مذکورہ بالا بیان پر خداوند عالم کا یہ قول دلالت کرتا ہے

"تنزل الملئکة والروح فیہا باذن ربہم من کل امر"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ملئکہ اور ارواح شب قدر میں نبیؐ اور امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سال کے ہر ہونے والے واقعات سے خبردار کرتے ہیں۔

جواب

سابق میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آئمہؑ طاہرین کے لئے علم کے کئی سرچشمہ ہیں۔ انھیں میں سے ملائکہ کا نزول بھی ہے۔ لیکن اس سے اُن کے علم حضوری کی شان باقی رہتی ہے اس لئے کہ نزول ملائکہ درحقیقت اُن کی دعوت حقہ کی تائید کے لئے ہے۔ اس وجہ سے کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ اُمتوں پر ایک وقت میں کئی نبی اپنے علحدہ معجزات کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔

خداوند عالم کی طرف سے انسان کے قول و عمل کو تحریر کرنیوالے اور حفاظت کرنے والے فرشتے بھی تو ہیں۔ حالانکہ باری تعالیٰ کی قدرت کے لحاظ سے نہ تو محافظین ہی کی ضرورت ہے اور نہ نامۂ اعمال کے لکھنے والوں کی۔ معترض کے مذکورۂ بالا اعتراض کی بنا پر ان سب کا کام بھی مہمل اور بیکار ہو جاتا ہے۔ نزول ملائکہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خدا کے بندوں میں ملائکہ کی آمد و رفت کی وجہ سے عمل خیر کرنے کا ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے، اور اطاعت کرنے کی ان میں خود بخود رغبت پیدا ہوتی ہے۔ نزول ملائکہ کی غرض تدریجی تبلیغ بھی ہو سکتی ہے۔

ہماری بحث کا فائدہ

برہان عقلی سے ثابت ہو چکا کہ اولاد آدم کامل رہبر، عظیم مصلح

اور منصف حاکم کی محتاج ہے۔ اور بارتیغا لے پر یہ لازم ہو جاتا ہے
کہ وہ بندوں کی رہبری کے لئے ایک ایسے عالم و دانا کو بھیجے
جو کائنات کی تمام چھوٹی بڑی چیزوں سے کامل طور پر واقف
ہو۔ علوم و فنون اور تمام کمالات میں امتیازی شان
کا مالک ہو۔ وہ اپنے دور کا دُرِ یگانہ ہو۔ رہبری کے فرائض
کو بحسن و خوبی انجام دے سکتا ہو۔ وہ سطح ارض پر عالمگیر
قیادت اور عظیم صلاحیت کا مالک ہو۔ وہ مشکل سے مشکل
مسائل کی گتھیاں چشم زدن میں سلجھاتا رہا ہو، اور اس پر ہر
دور میں قادر ہو۔ اور واقعات کی گہرائی تک پہونچنے میں کسی
کا محتاج نہ ہو۔ ان صفات کے بعد ہی وہ خدا کی حجت ہو سکتا
ہے۔ معصومین کے اقوال و اعمال اُن کی اس عظیم صلاحیت
کی ترجمانی کرتے ہیں۔

اب اگر یہ خیال کیا جائے کہ ایسی دلیل بھی تو پائی جاتی ہے
جن سے انسان میں اس مذکورہ عظیم صلاحیت کا ہونا غیر ممکن ہے،
تو اس دلیل کی تردید دلیل عقلی اور حدیث سے ہو جاتی ہے۔
رہ گیا یہ امر کہ لوگ ایسے عظیم الشان رہبر کی معرفت کیوں نہیں
حاصل کرتے ہیں۔ اس کے بتائے ہوئے راستے پر کیوں نہیں
چلتے، تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ اگر وہ لوگ ایسے انسان کامل
اور ایسے امام کی پیروی نہ کریں تو اس سے شان امام میں کوئی اثر نہیں
پڑتا ہے۔ اور نہ مصلحت باری میں کوئی فرق پڑتا ہے۔

آئمہ طاہرینؑ کا بعض موقعوں پر علم حضوری سے کام نہ لینا، سکوت اختیار کرنا، ناگفتہ بہ اسباب کی بنا پر تھا، مثلاً متعصبین کی کثرت تھی، دشمنان دین نور خدا کے بجھانے کے درپے تھے، دوستوں کو حقیقی معرفت کا حاصل ہونا دشوار تھا۔ آئمہ طاہرینؑ ملت جعفریہ کی حفاظت کر رہے تھے۔ ویسے تو خداوند عالم ان ذوات مقدسہ سے مصائب و آلام کو دور کر سکتا تھا۔ لیکن اس کی مصلحت کاملہ کا یہی تقاضا تھا کہ یہ حضرات آخرت میں جب نعمات الہیہ سے سرفراز ہوں تو دنیا کے بشر ان ہستیوں کو ان نعمات کا اہل سمجھنے میں چون و چرا نہ کرے۔ ان ہستیوں نے رنج و غم کو اس لئے بھی برداشت کیا تاکہ وہ خداوند عالم کے احکام کے بجا لانے کا حق ادا کر دیں۔

نائب امامؑ زمانہ حسین بن روح سے کسی نے پوچھا،
"کیا سید الشہداء امام حسین علیہ السلام خدا کے ولی تھے۔؟"

فرمایا۔ "ہاں"

سائل۔ کیا قاتل امام حسینؑ دشمن خدا نہیں۔؟

حسین۔ کیوں نہیں۔ قاتلان امام حسین علیہ السلام دشمن خدا اور رسولؐ ہیں۔

سائل۔ خدا اپنے دشمن کو اپنے دوست پر مسلط کر سکتا ہے؟

حسین۔ اے شخص میں جو کہوں اُسے غور سے سُن اور سمجھنے کی کوشش کر۔ خدا لوگوں کو اپنے سے ظاہر کر کے بالمشافہ (آمنے سامنے)

بات نہیں کرتا ہے۔ البتہ وہ انسانوں ہی میں سے رسولوں کو مبعوث کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے رسولوں کو انسانی صنف و صورت کے علاوہ کسی اور صنف سے خلق کرتا تو لوگ انھیں نہ مانتے۔ لیکن جب رسولوں کی خلقت اسی انسانی صنف سے ہوئی۔ اور انبیاء و رسل اولاد آدم کی طرح کھاتے پیتے تھے، اُٹھتے بیٹھتے تھے، تو لوگوں نے اُن سے کہا چونکہ آپ حضرات ہماری طرح کے خاکی مخلوق ہیں اس لئے جب تک کوئی معجزہ پیش نہیں کرتے ہم کسی بات کو ماننے پر تیار نہیں ہیں، اس لئے خدا کی طرف سے اُنھیں معجزات دیئے گئے۔ کسی نے عالمی طوفان کا معجزہ پیش کیا، کسی کے لئے آگ ٹھنڈی ہوگئی، کسی نے چٹان سے ناقہ پیدا کیا، کسی کو دریا میں راستہ بنانے، پتھر سے چشمہ نکالنے اور عصا کو اژدہا بنانے کا معجزہ ملا۔ کسی کو مردوں میں جان پیدا کرنے، اندھوں کو آنکھیں دینے، گھر کے ذخیروں کے جاننے کا معجزہ عطا ہوا۔ کسی نے چاند کے ٹکڑے کئے، وحشی جانوروں سے بات چیت کی، اس کے باوجود خدا نے انبیاء کو فاتح و مفتوح، غالب و مغلوب اور مظلوم قرار دیا۔ اگر انبیاء ہمیشہ فاتح رہتے تو لوگ انھیں اپنا رب سمجھنے لگتے۔ اور دنیا ان کے بیمانہ صبر کی گہرائی کو نہ سمجھ پاتی۔ خدا نے ان کے لئے یہ مختلف حالات اس لئے قرار دیئے ہیں تاکہ وہ عالم رنج و غم میں صابر اور وقت راحت شکر الٰہی بجا لانے والے ہوں تاکہ

اس کے عام بندوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ ان کے لئے ایک حقیقی معبود ہے اور وہی خالق اور مدبر ہے۔ اور اس طرح بندے اُس کی عبادت اور رسولوں کی اطاعت کرنے لگیں۔ اور اُن کی (بندوں کی) سرکشی پر خدا کی حجت قائم ہو جائے۔

راوی حدیث محمد بن ابراہیم بن اسحٰق کا بیان ہے کہ اس علم کو سمجھنے کے بعد جب میں دوسرے روز حسین بن روح کی خدمت میں حاضر ہوا اس خیال سے کہ حسینؒ نے یہ بات اپنی طرف سے کہی ہے تو حسین بن روح میرے کچھ کہنے کے پہلے ہی فرمانے لگے مجھے یہ بات زیادہ اچھی معلوم ہوگی کہ مجھے آسمانی پرندہ آچک لے اور بلندی پر پہنچنے کے بعد گرا دے کہ میں اپنی طرف سے کوئی بات کہوں۔ کل جو کچھ میں نے کہا ہے وہ اپنے سید و سردار حضرت حجتؑ سے سُنکر کہا ہے۔

علم اعتقاد واجب ہے

جب خداوند عالم پر اپنے لطف کی وجہ سے یہ ضروری ہو گیا کہ وہ اپنے کسی خاص بندے کو عہدۂ امامت سے نوازے۔ اور امام کی معرفت عقل اور حدیث کی روشنی میں ہم پر لازم ہو گئی تو یہ بھی لازم ہوا کہ امام کو ان کی شخصیت اور تمام صفات کے ساتھ جانا جائے۔ اور امام کے لئے بھی ضروری ہو گیا

کہ وہ اپنے صفات حسنہ میں مخلوق خداوندی پر فوقیت رکھتا ہو۔ معتقدین امام پر یہ ضروری ہوگیا کہ وہ امام کو فضل و شرف میں سب سے اعلیٰ سب سے بہتر جانیں۔ انھیں صفات حسنہ میں امام کا علم حضوری وغیبی بھی ہے۔ جس کا اعتقاد رکھنا ضروری اور لازم ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ کیا امام کو تمام واقعات و حادثات کا تفصیلی علم ہوتا ہے یا اجمالی؟ پھر یہ کہ جو شخص امام کے علم تفصیلی یا اجمالی کا منکر ہوگا تو کیا اس نے ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کر دیا۔؟

جہاں تک دلیلوں کا تعلق ہے تو ان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام کے علم کے لئے تفصیلی ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔ البتہ جہاں تک عقل کا تعلق ہے وہ کہتی ہے کہ امام کے لئے " اعلم ناس " (سب سے زیادہ جاننے والا) ہونا ضروری ہے۔ اس لئے معتقدین امام کو بھی یہی عقیدہ رکھنا چاہئیے۔ اس لئے کہ امام کا اعلم ناس ہونا شان امامت کے لوازم میں سے ہے۔ البتہ جسے ایسی دلیل مل جائے کہ امام کو گذرے، آنے والے، موجودہ حالات کا تفصیلی علم ہوتا ہے اس پر ان کے علم تفصیلی کا اعتقاد ضروری ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس کی نظر میں علم تفصیلی شان امام کے لائق ہے۔ ہم اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ہر خاص و عام کو امام کے علم تفصیلی کا عقیدہ رکھنا چاہئیے۔ اس لئے کہ عورتوں، بچوں، اور عام لوگوں

کے لئے معرفت تفصیلیہ غیر ممکن ہے۔ امام کے علم تفصیلی کا اعتقاد اہل علم سے مخصوص ہے۔ اور اگر وہ امام کے اس علم کے منکر ہوں گے تو یہ انکار ضروری دین سے انکار کا موجب ہوگا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ امامت خداوند عالم کا لطف ہے۔ اس لئے کہ امام ہادی و رہبر ہوتا ہے ـــــ امام اپنی اس مسئولیت اور ذمہ داری کی وجہ سے صفات جمیلہ سے متصف ہوتا ہے۔ امام کی کسی صفت سے انکار کرنا اُن کی صحیح معرفت نہ حاصل کرنے کے مرادف ہے۔

امام اور امامت

امام رضا علیہ السلام نے امام اور امامت کے متعلق جو ارشاد فرمایا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے ہم امام کی بلندی کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ امام عالیمقام نے امامت کی فضیلت کو اس وقت بیان فرمایا تھا جب جامع مسجد مرو میں جمعہ کے دن امامت کے متعلق لوگ بحث کر رہے تھے۔ جب امامؑ سے کسی نے اس بحث کا ذکر کیا تو امامؑ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اُن میں سے بعض کلمات ملاحظہ ہوں۔

امامؑ ـــــ کیا امامت کی معرفت اُمت کو ہو سکتی ہے

کہ اُمت امام کو چننے لگے۔؟ امامت قدر عظیم، شان رفیع، مکان اعلیٰ، آستان محکم کا نام ہے، امامت، لوگوں کی فکر سے بہت دُور ہے، لوگ اُسے صلاح و مشورے سے نہیں حاصل کر سکتے ہیں، امامت اوصیاء کی میراث اور خدا و رسولؐ کی خلافت ہے، امامت دین کی رسن، اسلام کا نظام، صلاح دنیا، مومنین کی عز و شرف کا نام ہے۔ امامت ترقی کرنے والے اسلام کی بنیاد، اُس کی بابرکت شاخ ہے، امام کی وجہ سے نماز و روزہ، حج و جہاد کو کمال حاصل ہوتا ہے، امام کی وجہ سے مال غنیمت اور صدقات میں زیادتی ہوتی ہے۔ حدود و احکام جاری ہوتے ہیں، ملک اور سرحدوں کا تحفظ ہوتا ہے، امام حلال و حرام کو بتلاتا ہے، حدود الٰہیہ کو جاری کرتا ہے، دین خدا کا نگراں رہتا ہے، وہ صراط مستقیم کی طرف موعظہ حسنہ حکمت کاملہ، حجت بالغہ کے ذریعہ دعوت دیتا ہے، امام کی مثال طلوع ہونے والے آفتاب کی سی ہے جو اپنے نور سے عالم کو جگمگا دیتا ہے اور اُس کی طرف دیکھنا غیر ممکن ہوتا ہے، اور نہ تو اُس تک رسائی ہی ہو سکتی ہے، امام بدر کامل، چودھویں رات کا چاند، روشن چراغ، نور کامل، ہدایت کرنے والا ستارہ، شہر و دیار کا قطب اور سمندر کا گرداب ہوتا ہے، امام کی مثال خوشگوار پانی کی سی ہے، امام مقصد کی طرف رہبری کرنے والا، تیز ہلاکت سے بچانے والا

ہوتا ہے، امام کی مثال اُس حرارت کی سی ہے جس سے سخت سردی میں لطف اُٹھایا جاتا ہے، امام سے علیحدہ ہونیوالا ہلاک ہو جاتا ہے، امام کی مثال برسنے والے بادل، موسلادھار بارش، سایہ کرنے والے آسمان، وسیع زمین، جوش کھانے والے چشمے اور باغ کی سی ہے، امام رفیق و مونس، پدر شفیق، ہمدرد بھائی اور رنج و آلام میں جائے پناہ اور امین خدا ہے، بندوں پر خدا کی حجت، خدا کا خلیفہ، خدا کی بارگاہ سے قریب کرنیوالا اور دین خدا کا محافظ ہے، امام گناہوں سے پاک و پاکیزہ، عیوب سے خالی، علم و دانش سے مخصوص، حلم و بردباری میں ممتاز، اسلام کی عزت، منافقین کی بیخ کنی کرنے والا اور کافروں کو ہلاک کرنے والا ہوتا ہے، نہ تو کوئی اس کی برابری کرسکتا ہے اور نہ اُس کی بلندی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، امام کا کوئی نہ تو ہم پلہ ہے اور نہ اس کا ہم مثل، وہ بغیر کسی کوشش کے ممتاز اور فضل کا مالک ہوتا ہے، اُسے عزت و شرف کی نعمت بارگاہ خداوندی سے عطا ہوتی ہے، کون ہے جو امام کی کامل معرفت رکھتا ہو، اور اُس کا صحیح انتخاب کرسکے، امام کی معرفت کی بابت عقلیں دنگ، فکریں خستہ حال، زبانیں گنگ، آنکھیں متحیر، بزرگ چھوٹے، حکما حیران، دانا عاجز، خطبا خاموش، شعرا پریشان، ادبا ملتفا، شان امام کے بیان کرنے میں تھکے تھکے سے اور اپنی عاجز[illegible]

ہوئے نظر آتے ہیں، نہ تو صفات امام کی حقیقت اور اسرار خفیہ کو کما حقہٗ سمجھا جا سکتا ہے اور نہ خود کوئی حتمی فیصلہ ہی کیا جا سکتا ہے، اور نہ تو کسی کو امام بنانے کی قدرت ہے، امام اپنی شان و شوکت میں درخشاں ستارہ ہے جو مفکرین کی تعریف سے بزرگ و برتر ہے، امام کا انتخاب کرنے سے بشریت عاجز ہے، منزلت امام کہاں اور انسانی عقلیں کہاں، کیا تم خیال کرتے ہو کہ امامت ذرّیت رسولؐ کے علاوہ کہیں اور ملے گی ــــــ؟

امامؑ :- جب امام کا یہ مرتبہ ہے اور امامت کی یہ شان ہے تو اُس کا انتخاب انسان کیسے کر سکتا ہے؟ امام عالم ہوتا ہے، وہ رہبر کامل اور ذمہ دار شریعت ہوتا ہے، وہ معدن قدس طہارت، معدن نور، معدن زہد، معدن علم و حکمت ہوتا ہے،

امامؑ :- امام حقائق اشیاء کا مظہر، اُس کا ظاہر کرنے والا اور مقام حلم و بردباری میں کامل ہوتا ہے، مقاصد امامت سے بھرپور، ماہر سیاست، مفروض الطاعت، امر الٰہی کا قائم کرنیوالا، بندگان خدا کا رہبر، اور دین خدا کا محافظ ہوتا ہے۔

امامؑ :- جب خدا کسی بندے کو اپنے اُمور کا ذمہ دار قرار دینا چاہتا ہے تو اُس کے سینہ کو کشادہ کر دیتا ہے۔ اُس کے دل میں حکمت کا چشمہ اُبلنے لگتا ہے، وہ علم عطا کرتا ہے جس سے وہ کسی مسئلہ کا جواب دینے سے عاجز نہیں ہوتا۔ امام خدا کی طرف سے

معصوم، مؤیّد، موفّق ہوتا ہے۔ تاکہ وہ بندوں پر خدا کی کامل حجت ہو سکے۔ یہ خدا کا فضل و کرم ہے اور خدا عظیم فضل والا ہے، کیا دُنیا ایسے امام کا انتخاب کر سکتی ہے۔ کیا دنیا کا منتخب شدہ اور چنا ہوا امام ان خوبیوں کا حامل ہوتا ہے کہ اُسے آگے بڑھایا جا سکے؟

وصلی اللہ علی محمد و آلہ الطاہرین

شاہکار کتاب

حجۃ الاسلام مولانا الحاج شیخ علی حسنین صاحب قبلہ جونپوری کی زیر نظر کتاب "علم الامام" نہایت محققانہ اور فاضلانہ انداز میں ترجمہ کیگئی ہے اور اپنے موضوع کے لحاظ سے ایک شاہکار کوشش سمجھنا چاہیئے۔ مولانا اپنے زمانۂ طالبعلمی اور قیام نجف اشرف میں بھی اس طرح کی علمی خدمات انجام دیتے رہے۔ یوگنڈا، افریقہ میں رہتے ہوئے بیش قیمت مضامین رسالہ "الجواد" بنارس میں مسلسل شائع ہوتے رہے۔ اب موصوف نے مدرسہ ایمانیہ ناصریہ جونپور میں نائب مدرس اعلیٰ کی حیثیت سے مقیم رہ کر علم الامام کے موضوع پر یہ یادگار کتاب ترجمہ فرمائی ہے جو "مکتبہ لبنین" مقبول منزل جونپور کی جانب سے شایع ہو رہی ہے۔

اُمید ہے کہ اہل ایمان جناب مولانا کی اس دینی خدمت کو پسند کرینگے اور جناب مولانا بھی علمی خدمات کا سلسلہ برابر جاری رکھیں گے۔

خادم ملت

سبط حسن الرضوی

آنریری سکریٹری "شیعہ لائبریری" جونپور

ناشر

"مکتبۂ بشیر" مقبول منزل بلوا گھاٹ

جونپور

مطبوعہ

اکرام حسین لیتھو الکٹرک مشین پریس پرہلاد گھاٹ

وارانسی

جولائی سنہ ۱۹۷۲ء

Presented by: www.Jafrilibrary.com